بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

105

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 10 | جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ مئی ۲۰۱۳ء | شمارہ: 5

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

نائب مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاونین

ابو جابر عبداللہ دامانوی	ابو خالد شاکر
محمد سرور عاصم	محمد ارشد کمال
محمد زبیر صادق آبادی	محمد صدیق رضا

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اضواء المصابیح

أضواء المصابیح في تحقیق مشکوة المصابیح

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوْءِ الفصل الأول
وضو کی سنتوں کا بیان پہلی فصل

۳۹۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((**إِذَا اسْتَیْقَظَ أَحَدُکُمْ مِنْ نَّوْمِهٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَهٗ فِی الْاِنَآءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلٰثًا، فَإِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ**)) مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھونے سے پہلے اسے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے پتا نہیں کہ ہاتھ نے رات کہاں (کس حالت میں) گزاری ہے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۶۲، صحیح مسلم: ۸۷/۲۷۸)

فقہ الحدیث:

۱: تھوڑا پانی (جو قلتین سے کم ہو) تھوڑی سی نجاست سے بھی نجس ہو جاتا ہے۔

۲: پاک پانی اور صفائی کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔

۳: علمِ غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

۴: نیند سے اٹھنے کے بعد، برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھونے ضروری ہیں۔

۵: رسول اللہ ﷺ نے دین و دنیا کی ہر بھلائی اپنے اُمتیوں کو بتا دی اور ہر برائی سے منع کر دیا اور آپ اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ دینِ اسلام مکمل دین ہے۔

۳۹۲) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((**إِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِهٖ**)) مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

اور انھیں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو، پھر وضو کرے تو تین دفعہ ناک (میں پانی ڈال کر) جھاڑے، کیونکہ شیطان اس کی ناک پر رات گزارتا ہے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۳۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳/ ۲۳۸)

فقہ الحدیث:

۱: وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا ضروری یعنی فرض ہے۔

۲: اس حدیث میں شیطان سے کیا مراد ہے؟ بڑا شیطان (ابلیس، عزازیل جس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا) تو سمندر پر تخت بچھائے ہوئے بیٹھا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ عین ممکن کہ اس رات گزارنے والے شیطان سے مراد وہ شیطان ہو جو ہر آدمی کے ساتھ بطورِ قرین مقرر ہے۔ واللہ اعلم

۳: قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت شدہ غیبی امور پر ایمان لانا فرض ہے۔

۳۹۳) وَقِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رضی اللہ عنہ: كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَلِأَبِيْ دَاوُدَ نَحْوَهُ، ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ.

اور عبداللہ بن زید بن عاصم (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ تو انھوں نے وضو کا پانی منگوایا پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر بہایا تو دو دو دفعہ دونوں ہاتھ دھوئے، پھر تین (تین) دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک دو دو دفعہ دونوں ہاتھ دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، انھیں آگے

لے آئے اور پیچھے لے گئے، انھوں نے سر کے سامنے والے حصے سے ابتدا کی تھی پھر اسے گردن کے پچھلے حصے (گدی) تک لے گئے پھر جہاں سے ابتدا کی تھی اس جگہ واپس لے آئے، پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اسے (امام) مالک (الموطأ روایۃ یحییٰ ۱/ ۱۸ ح ۳۱، روایۃ ابن القاسم: ۴۰۱) نسائی (۱/ ۷۱ ح ۹۷) اور ابوداود (۱۱۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند صحیح ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔** دیکھئے ح ۳۹۴

۳۹۴) وَفِی الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ: قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رضی اللہ عنہ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَكْفَأَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذَالِكَ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا، فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا كَانَ وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، بِثَلَاثِ غُرُفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذَالِكَ ثَلَاثًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

وَفِيْ أُخْرٰى لَهُ: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ.

اور متفق علیہ روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم (رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا: آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا وضو ہمارے سامنے کر کے دکھائیں تو انھوں نے برتن منگوایا پھر اس میں سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈھیلا تو انھیں تین دفعہ دھویا پھر اپنا (دایاں) ہاتھ (برتن میں) داخل کیا تو پانی نکالا، پھر ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، آپ نے ایسا تین

دفعہ کیا۔ پھر اپنا ہاتھ داخل کر کے پانی نکالا تو تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا پھر اپنا ہاتھ داخل کر کے پانی نکالا تو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو دو دفعہ دھوئے، پھر ہاتھ داخل کیا اور پانی نکالا تو سر کا مسح کیا۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے لائے اور پیچھے لے گئے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا یہی وضو (ہوتا) تھا۔

اور ایک روایت میں ہے: پس آپ انھیں آگے لائے اور پیچھے لے گئے، سر کے شروع والے حصے سے ابتدا کی پھر گردن کے پچھلے حصے تک لے گئے پھر جس مقام سے ابتدا کی تھی وہاں دونوں ہاتھوں کو واپس لے آئے پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

اور ایک روایت میں ہے: آپ نے تین چلوؤں سے تین دفعہ کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور ناک کو جھاڑا۔ اور دوسری روایت میں ہے: ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، آپ نے یہ کام تین دفعہ کیا۔ اور (صحیح) بخاری کی ایک روایت میں ہے: پس آپ نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا، آگے لے آئے اور پیچھے لے گئے۔

اور انھیں کی دوسری روایت میں ہے: ایک چلو سے تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

تحقیق الحدیث: متفق علیہ

صحیح بخاری (۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۹) صحیح مسلم (۲۳۵)

یہ سب روایات صحیح ہیں۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں وضو کا طریقہ تفصیل سے مذکور ہے لیکن بعض امور کا ذکر نہیں مثلاً سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح کرنا چاہئے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تو شہادت والی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے (اور ان کے ساتھ دونوں کانوں کے) اندرونی حصوں کا مسح کرتے اور انگوٹھوں کے ساتھ باہر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸ ح ۱۷۳، وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سر اور کانوں کے مسح کے بعد اُلٹے ہاتھوں کے ساتھ گردن کے مسح کا کوئی

ثبوت کسی حدیث میں نہیں۔

۲: اعضائے وضو کو دو دو دفعہ دھونا اور ایک ایک دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۵۸، ۱۵۷) بعض اعضاء کو دو دو دفعہ اور بعض کو تین دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔
دیکھئے صحیح بخاری (۱۸۶)

۳: بہتر یہ ہے کہ درج بالا حدیث کی روشنی میں ایک ہی چلو سے منہ اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور اگر منہ میں علیحدہ اور ناک میں علیحدہ چلو سے پانی ڈالا جائے تو بھی جائز ہے۔
دیکھئے التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ (ص ۵۸۸ ح ۱۴۱۰، وسندہ حسن)

۴: وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا بھی ثابت ہے۔
دیکھئے سنن ابی داود (۱۴۲) وسندہ حسن

۵: مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب مختصر صحیح نماز نبوی (ص ۵۔۸)

۶: وضو میں داڑھی کا خلال کرنا بھی ثابت ہے۔
دیکھئے سنن الترمذی (۳۱ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ حسن)

۷: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو عالم سے عزت و احترام کے ساتھ پوچھ لینا چاہئے اور عالم کا بھی یہ حق ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ جواب دے اور لوگوں کو مطمئن کرے۔

۸: ثقہ کی زیادت مقبول اور حجت ہوتی ہے، اگرچہ دوسرے ثقہ راوی اسے بیان نہ کریں، بشرطیکہ اوثق کے من کل الوجوہ مخالف نہ ہو کہ تطبیق ہی ممکن نہ رہے۔

۹: ایک باب یا ایک سند کی تمام احادیث کو اکٹھا کر کے ان کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

۱۰: بعض اوقات احادیث بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم دینا بھی بیحد مفید ہے۔

۳۹۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّۃً مَرَّۃً، لَمْ یَزِدْ عَلٰی ھٰذَا. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک دفعہ وضو کیا۔

آپ نے اس پر اضافہ بیان نہیں کیا۔ اسے بخاری (۱۵۷) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

ا: وضو میں ایک ایک دفعہ، دو دو دفعہ، تین تین دفعہ اور بعض اعضاء دو دفعہ اور بعض تین دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۳۹۴

۲: ''آپ نے اس پر اضافہ بیان نہیں کیا'' کے الفاظ صحیح بخاری میں نہیں ہیں، بلکہ صاحبِ مشکوٰۃ نے انھیں بطورِ تشریح بیان کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ایک دفعہ اعضائے وضو دھونے کا ذکر کیا ہے اور اس پر کسی اضافے کا ذکر نہیں کیا۔

۳: نیز دیکھئے ح ۳۹۶

۳۹۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اور عبداللہ بن زید (بن عاصم رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ وضو کیا یعنی اعضائے وضو کو دو دو دفعہ دھویا۔ اسے بخاری (۱۵۸) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہر حدیث پر عمل کرنا باعثِ ثواب ہے، اِلا یہ کہ وہ حدیث منسوخ ہو یا تخصیص کی کوئی دلیل ہو تو پھر عمل نہیں کیا جائے گا۔ (نیز دیکھئے حدیث سابق: ۳۹۳)

۳۹۷) وَعَنْ عُثْمَانَ رضي الله عنه اَنَّهُ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ، فَقَالَ: اَلَا اُرِيْكُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَتَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا. رَوَاهُ مُسْلِم.

اور عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے مقاعد (ایک مقام) میں وضو کیا تو فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں؟ پھر انھوں نے تین تین دفعہ وضو کیا۔

اسے مسلم (۲۳۰) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

ا: وضو ایک ایک اور دو دو دفعہ بھی جائز ہے لیکن سب سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ اعضائے وضو کو تین تین دفعہ دھویا جائے اور سر کا ایک دفعہ مسح کیا جائے۔

۲: تین دفعہ سے زیادہ اعضائے وضو کو دھونا غلط ہے۔ دیکھئے حدیث: ۴۱۷

۳: صحابہ کرام اور خلفائے راشدین علانیہ سنت کی تعلیم دیتے تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ نبی ﷺ کی حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۸۷

۳۹۸) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ: رَجَعْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَآءٍ بِالطَّرِيْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَالْعَصْرِ، فَتَوَضَّؤُوْا وَهُمْ عُجَّالٌ، فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ وَاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَآءُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ**)) رَوَاهُ مُسْلِم.

اور عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے سے مدینے واپس آئے حتیٰ کہ ہم راستے میں پانی کی ایک جگہ پر پہنچے تو لوگوں نے عصر (کی نماز) کے لئے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا پھر جب ہم وہاں پہنچے لوگوں کی ایڑیاں چمک رہی تھیں، انھیں پانی نے چھوا تک نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے، وضو صحیح طریقے سے پوری طرح کرو۔

اسے مسلم (۲۴۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: جو شخص جان بوجھ کر پورا وضو نہیں کرتا، بلکہ اعضائے وضو کو نیم دھو کر خشک چھوڑ دیتا ہے تو اسے عذاب دیا جائے گا۔

۲: وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔

یاد رہے کہ پاؤں دھونے کی احادیث متواتر ہیں اور صحیح خبر واحد بھی حجت ہے۔

۳: استاذ کو چاہئے کہ اپنے شاگردوں اور عوام کی حالت کو بغور دیکھتا رہے اور ان کی اصلاح کرتا رہے۔

۴: جلدی میں گڑبڑ ہو جاتی ہے لہٰذا ہر کام سکون، اطمینان اور صحیح طریقے سے سرانجام دینا چاہئے ورنہ پھر پچھتانا پڑے گا۔

۳۹۹) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعَمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِم.

اور مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا تو پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔ اسے مسلم (۲۷۴) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: صرف عمامے پر مسح کرنا بھی جائز ہے۔

۲: اگر عمامے پر مسح کرتے ہوئے پہلے پیشانی پر اور پھر عمامے پر مسح کیا جائے تو بھی جائز ہے۔

۳: موزوں پر مسح جائز ہے اور اتمامِ حجت کے بعد اس کا صریح انکار گمراہی ہے۔

۴: دوسرے دلائل مثلاً اجماعِ صحابہ اور عملِ خلفائے راشدین سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے لہٰذا جرابوں پر مسح بھی جائز ہے اور اس کا انکار غلط ہے۔

۴۰۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے تمام معاملات: طہارت، کنگھی اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند کرتے تھے۔
متفق علیہ (صحیح بخاری: ۴۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸)

فقہ الحدیث:

۱: وضو، غسل، کنگھی کرنا، جوتے پہننا نیز لباس پہننا اور سر منڈوانا وغیرہ یہ تمام اُمور دائیں طرف سے شروع کرنا پسندیدہ اور مسنون ہے۔

۲: تمام معاملات میں ممنوعہ کاموں کی تخصیص کے بعد ہر چیز شامل ہے مثلاً دائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا، ایک دوسرے کو چیز دیتے ہوئے دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ۔

اگر شرائطِ نکاح میں طلاق کا اختیار بیوی کو دے دیا جائے تو؟

سوال ایک لڑکی (س) کی شادی ایک لڑکے (ف) کے ساتھ ہوئی ۔لڑکی والوں کے مطالبے کی وجہ سے نکاح نامے پر فریقین کی رضامندی کے ساتھ یہ شرط لکھ دی گئی کہ اس نکاح میں لڑکے (ف) نے لڑکی (س) کو (شریعت کے مطابق) تین طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے۔اس نکاح نامے پر لڑکے اور گواہوں نے دستخط کر دیئے۔

بعد میں ثابت ہوا کہ لڑکا دھوکا باز اور ظالم انسان ہے اور اس نے ایک بدکردار لڑکی سے ناجائز تعلقات قائم کئے اور پھر خفیہ شادی کر لی۔

کیا یہ لڑکی (س) اب اپنے اختیار کو استعمال کر کے اپنے شوہر کو شریعت کے مطابق طلاق دے سکتی ہے؟ (ایک سائلہ، سکیم موڑ لاہور)

الجواب جی ہاں! ایسی صورت میں ''أمرك بیدك'' کے حکم کی رُو سے وہ طلاق کا حق استعمال کر کے ایسے بُرے شوہر سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**إذا قال الرجل لامرأته أمرِكِ بیدك أو استفلحي بأمرك أو وهبها لأهلها فقبلوها فهي واحدة بائنة**''

اگر آدمی اپنی بیوی سے کہے: تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، یا تم اپنے معاملے میں کامیاب ہو جاؤ، یا وہ اس (حق) کو اس بیوی کے گھر والوں کے حوالے کر دے، پھر وہ اسے قبول کر لیں تو یہ ایک (طلاق) بائن (نکاح کو ختم کر دینے والی) ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۳۷۹ ح ۹۶۲۷ وسندہ حسن)

ابوالحلال العتکی رحمہ اللہ (ثقہ) سے روایت ہے کہ وہ (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس وفد

میں آئے تو کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا ہے؟
انھوں نے فرمایا: ''فأمرھا بیدھا'' پس اس عورت کا اختیار اس عورت کے ہی پاس ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۵٦ ح ۱۸۰۷۱، وسندہ صحیح سنن سعید بن منصور ۱/ ۳۷۲ ح ۱٦۱۵)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا تو انھوں نے فرمایا: ''القضاء ما قضت فإن تنا کرا حلّف''

وہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ ہے، پھر اگر وہ دونوں ایک دوسرے کا انکار کریں تو مرد کو قسم دی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عوامہ ۹/ ۵۸۱ ح ۱۸۳۸۸، وسندہ صحیح، نیز دیکھئے سنن سعید بن منصور ۱/ ۳۷۳ ح ۱٦۲۰، وسندہ صحیح)

یہاں پر چونکہ یہ اختیار نکاح نامے پر شوہر کے دستخطوں اور گواہوں کے ساتھ لکھا ہوا ہے، لہٰذا یہاں کسی قسم کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے کہ وہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ نافذ ہوگا۔
(دیکھئے سنن الترمذی: ۱۱۷۸، باب ماجاء فی أمرک بیدک)

ان آثار کو مدنظر رکھ کر یہی فیصلہ ہے کہ مذکورہ عورت (س) اگر اپنے آپ کو تین طہروں میں تین دفعہ طلاق دے گی تو طلاق نافذ ہو جائے گی اور س اور ف کے درمیان جدائی واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں س کا شوہر ف پورا حق مہر ادا کرنے اور شروط پورا کرنے کا پابند ہوگا۔

چند مزید فوائد حسبِ مطالبہ پیشِ خدمت ہیں:

۱: جو عورت اپنے شوہر سے خلع لے لے تو یہ فسخ ہوتا ہے۔
(دیکھئے کتاب الام للامام الشافعی ج ۵ ص ۱۱۴، ماہنامہ الحدیث حضرو: ٦۸ ص ۹)

لہٰذا اگر وہ دونوں بعد میں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو یہ جائز ہے۔
فسخ کا مطلب ہے کہ نکاح (بغیر طلاق کے) ٹوٹ گیا۔

۲: جو عورت اپنے شوہر سے خلع لے تو اس کی عدت ایک مہینہ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حدیث اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۱۱۸۵م، الحدیث حضرو: ۶۸ص ۷۔۸)

۳: ماں اپنی اولاد (بچے یا بچیوں) کی زیادہ حقدار ہے بشرطیکہ وہ دوسرا نکاح نہ کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أنتِ أحق به مالم تنكحي)) تو اس بچے کی زیادہ حقدار ہے جب تک تو دوسرا نکاح نہ کرے۔

(سنن ابی داود: ۲۲۷۶، مستدرک الحاکم ۲/ ۲۰۷ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی وھو حدیث حسن، مسند احمد ۲/ ۱۸۲، ۲۰۳)

بعض حالتوں میں بچوں کو اختیار بھی دیا جا سکتا ہے کہ اگر ماں کے ساتھ رہنا چاہیں تو رہیں اور اگر باپ کے ساتھ رہنا چاہیں تو رہیں۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۲۲۷۷ وسندہ صحیح، سنن الترمذی: ۱۳۵۷، وقال: حسن صحیح)

۴: اگر لڑکے یا لڑکی کی طرف سے ایک دوسرے کو دھوکا دیا گیا ہو اور دھوکے کی شادی کی گئی ہو تو حرام فعل ہے اور ایسا کرنے والا گناہگار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ومن غشنا فليس منا)) اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱[۲۸۳])

۵: نکاح کے وقت فریقین جو شرائط طے کریں، اُن کا پورا کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أحق ما أوفيتم من الشروط أنّ توفوا به ما استحللتم به الفروج.))

تمام شرطوں میں وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ یعنی نکاح کی شرطیں ضرور پوری کرنی ہوں گی۔

(صحیح بخاری: ۵۱۵۱، مترجم مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ج ۶ ص ۵۵۶)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو فرمایا:

((حدثني فصدقني ووعدني فوفى لي.))

اس نے میرے ساتھ باتیں کیں تو سچ کہا اور وعدہ کیا تو اسے پورا کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۲۹)

وما علينا إلا البلاغ (۱/ فروری ۲۰۱۳ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

ابوبکر غازیپوری دیوبندی منکرینِ حدیث کے نقشِ قدم پر

دیوبندیہ کے مایہ ناز مفکر و محقق انڈین عالم محمد ابوبکر غازیپوری صاحب مخالفت وبغضِ اہل حدیث میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی بغض و مخالفتِ اہل حدیث کی بنا پر اپنے فرقے میں مشہور ومحبوب ہیں، کیا اکابر اور کیا اصاغر سبھی دیوبندی ان کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئی اس طرف دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا کہ یہ ''مفکر'' صاحب محض بغض اہل حدیث میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں اور کس قسم کے کارنامے سرانجام دے رہے ہیں اوران کی تحریرات سے واضح ہے کہ خود غازیپوری صاحب کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔

موصوف اپنی عادت کے مطابق علمائے اہل حدیث میں سے کسی ایک یا بعض علماء کی کوئی عبارت نقل کر کے ان پر انتہائی تحقیر آمیز اور غلط سلط تبصرے کر کے پوری جماعت اہل حدیث پر سب وشتم فرما کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ لو میدان مار لیا!! اور بہت سے بڑے چھوٹے دیوبندی داد دیتے عش عش کر اٹھتے ہیں۔ شاید ایسے لوگوں کے نزدیک دین کی خدمت اور سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ بات صحیح ہو یا غلط اہل حدیث کی تو مذمت ہی کئے چلے جاؤ۔

بہر حال یہ مبالغہ نہیں بلکہ ایک ٹھوس اور بیّن حقیقت ہے کہ اہل حدیث کے خلاف وہ جو جال بنتے ہیں اکثر و بیشتر اپنے ہی فرقے کو اس میں پھنسا ڈالتے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ان کی ایک کتاب ''غیر مقلدین کی ڈائری'' ہے، جسے پاکستان میں الیاس گھمن صاحب کے ''اتحاد'' نے سرگودھا سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے جہاں بعض مسائل پر بحث کی وہاں بزعم خود ''غیر مقلدین کی تحریفات کے چند نمونے'' کے عنوان سے علمائے اہل حدیث پر قرآن مجید کی لفظی و معنوی تحریف کا بہتان بھی عائد فرمایا ہے، ان بہتانات کا جواب تو ان شاء اللہ کسی دوسری فرصت میں عرض کیا جائے گا۔

چونکہ اس مضمون کے عنوان سے وفا کرتے ہوئے اس وقت غازیپوری صاحب کی صرف وہ باتیں سامنے لانی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل حدیث دشمنی میں جناب ''حدیث دشمنی'' سے بھی محفوظ نہ رہ سکے اور منکرین حدیث کے نقش قدم پر چل پڑے۔ غازیپوری صاحب نے ''صرف دو ہفتے'' میں مکمل ہونے والی اپنی ایک کتاب ''غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ'' میں ''گاؤں کے منکر حدیث چوہدری'' کے روپ میں ایک اچھے خاصے محقق، مدقق بلکہ غازیپوری صاحب کے الفاظ میں ''بہت ہی آہنی قسم کا فاضل'' منکر حدیث کا جو کردار ادا کیا ہے، شاید یہ کتاب ان کے ایسے ہی نظریات کا اثر ہے۔

اسی لئے موصوف نے منکر حدیث کا کردار اپناتے ہوئے ایک فرضی وتصوراتی اور خالص خیالی مناظرہ ومباحثہ میں بزعم خویش ایک اہل حدیث عالم بلکہ حدیث میں پی ایچ ڈی (P.H.D) کو بھی اپنے آگے ٹکنے نہ دیا۔ خیر اس طرح کے فرضی افسانوں میں افسانہ نگار کو مکمل اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی پسند کے کردار کو ہیرو بنا دے، لیکن حقیقت کی دنیا اس سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں زبان وقلم مدمقابل کے پاس بھی ہوتا ہے، فی الحال تو یہ دیکھئے کہ غازیپوری صاحب منکرین حدیث کی روش اپناتے ہوئے کیا لکھتے ہیں:

۱) ''مولانا جوناگڈھی فرماتے ہیں: قرآن پاک خداوند تعالیٰ کی وحی قرآن وحدیث کو ماننے اور اس کے سوا کسی اور کو نہ ماننے کے کھلے الفاظ میں منادی کرتا ہے، فرماتا ہے ''**اتبعوا ما أنزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء**'' اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز قرآن وحدیث کی تابعداری کرو ص۴۳'' (غیر مقلدین کی ڈائری ص ۳۱)

یہ عبارت مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ کی کتاب ''طریق محمدی'' (ص ۶۰ مطبوعہ ادارہ اشاعت قرآن وحدیث پاکستان) میں موجود ہے۔ اسے نقل کر کے اس پر جو ردی تبصرہ غازیپوری صاحب نے کیا، دل تھام کے پڑھئے، لکھا ہے:

''میں کہتا ہوں کہ **ماانزل الیکم من ربکم** کی تفسیر یا ترجمہ میں قرآن وحدیث کہنا یہ مولانا جوناگڈھی کی انتہائی جرأت ہے۔ **حدیث کا مقام** جتنا بلند کرو مگر خدا کے کلام میں

تحریف تو نہ کرو، جو بات جہاں تک ہو اس سے آگے بڑھنا اور وہ بھی مراد خداوندی بتلاتے وقت گمراہی وضلالت ہے۔ کیا بخاری ومسلم یا احادیث کی دوسری کتابوں میں جو کچھ ہے وہ آسمان سے اترا ہوا کلام خداوندی ہے؟ کیا حدیث **ما انزل الیکم من ربکم** میں داخل ہے؟ یہ قرآن میں معنوی تحریف نہیں ہے؟'' (ڈائری ص ۳۱۔۳۲)

قارئین کرام! یہ کسی ایسے فرد کا تبصرہ و پریشان خیالیاں نہیں کہ جس کا تعلق منکرینِ حدیث کے کسی گروہ سے ہو بلکہ یہ تو دیوبندیوں کے ''رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام'' ہیں کہ جو اس طرح کی فاسد خیالی کے حامل ہیں اور یہ کتاب ''ادارہ طلوع اسلام'' یا کسی دوسرے منکرین حدیث کے اشاعتی ادارے سے نہیں بلکہ دیوبندیہ کے ''عمدۃ المتکلمین'' الیاس گھمن صاحب کے اتحاد کے مکتبہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ ''حدیث'' کے بارے میں ان لوگوں کا نظریہ اور مبلغ علم کیا ہے؟ پھر ایسا بھی نہیں کہ کسی ایک آدھ جگہ غازیپوری صاحب نے عدمِ توجہ کے سبب قلم کو گھسیٹ ڈالا ہو، بلکہ بارہا اپنے اس نظریہ کا اعادہ کیا ہے۔

۲) غازیپوری صاحب نے لکھا: ''یہی جونا گڈھی صاحب اس کتاب کے ص ۶۸ پر فرماتے ہیں: **و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ** ... یعنی جب انہیں قرآن وحدیث کی تابعداری کرنیکو کہا جاتا ہے...'' (غیر مقلدین کی ڈائری ص ۳۳)

اس پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے غازیپوری صاحب نے لکھا:

''اس آیت میں بھی وہی تحریف کے **ما انزل اللّٰہ** میں حدیث کو بھی داخل کر دیا...تقلید اور عدم تقلید کا بھوت ایسا سوار ہے کہ ان کی عقل ماؤف ہو چکی ہے۔'' (ص ۳۳)

۳) غازیپوری دیوبندی صاحب نے لکھا: ''مولانا جونا گڈھی طریق محمدی کے ص ۸۷ پر فرماتے ہیں ...ٹھیک یہی بشارت حدیث شریف کی نسبت بھی وارد ہوئی ہے سورہ جن میں فرمان ہے۔ **فانہ یسلك من بین یدیہ و من خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم** ۔یعنی رسول نے رسالت پہونچا دی اس کے معلوم کرنے کو اس نے آگے

اور پیچھے نگہبان مقرر ہوتے ہیں‘‘ (ڈائری ص ۳۳۔۳۴)

جی ہاں مولانا جونا گڑھی نے ایسا ہی لکھا۔ ہمارے پاس مطبوع نسخہ میں ص ۱۰۳ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ منکرینِ حدیث کی طرح غازیپوری صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

’’اہل علم غور فرمائیں یہ کسی پڑھے لکھے کی بات معلوم ہوتی ہے یا **کسی مجذوب کی بڑ**، یہ قرآن کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے... **حدیث کو وحی الٰہی کا درجہ دینے اور قرآن کے ہم مرتبہ بنانے کی یہ کوشش دین وایمان کی کون سی قسم ہے؟**... مضامینِ قرآن کی یہ تحریف انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ میں غیر مقلدین حضرات ہی سے گذارش کروں گا کہ اگر انصاف و دیانت کا ان کے یہاں کچھ نام ونشان ہے تو بتلائیں کہ مولانا جونا گڈھی غیر مقلد صاحب کا یہ کلام ان آیاتِ قرآنیہ کے مضامین کی تحریف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے اور **یقیناً** ہے تو پھر غیر مقلدین علماء نے اپنے کانوں میں آج تک انگلی کیوں ڈال رکھی ہے صرف دوسروں ہی کی تحریفات نظر آتی ہیں...‘‘ (حوالہ بالا ص ۳۴)

ان شاء اللہ اس کا جواب غازیپوری مقلد صاحب کو اہل حدیث علماء کا یہ ادنیٰ طالبعلم ضرور دے گا، پھر واضح ہو جائے گا کہ آنکھوں پر پٹی اور کانوں میں انگلیاں کس نے دے رکھی ہیں۔

۴) مزید سنئے! غازیپوری صاحب نے ’’حدیث دشمنی کا مظاہرہ‘‘ کرتے ہوئے مزید لکھا:

’’مولانا جونا گڈھی فرماتے ہیں: یہی لفظ ذکر اس آیت میں بھی ہے **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** یعنی اس ذکر کو ہم نے اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ مسلمانو! ایمان سے بتلاؤ کیا اس لفظ ذکر سے سوا قرآن وحدیث کے کچھ اور بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ص ۱۴۰‘‘ (ڈائری ص ۳۷۔۳۸)

اس پر غازیپوری صاحب نے جس بدکلامی کا مظاہرہ کیا، اُس نے موصوف کے افسانے ’’غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ‘‘ میں ان کے ہیرو ’’گاؤں کے چودھری‘‘ کو بے نقاب کر دیا کہ وہ کوئی اور نہیں خود غازیپوری مقلد ہی ہیں۔ سنئے تبصرہ میں لکھا ہے:

۱: ’’یہاں بھی وہی تحریف، اور وہی قرآن کے برابر حدیث کو کرنے کی **سعی ناپاک** میں

عام مسلمانوں سے گذارش کروں گا ''چودھواں سیپارہ کا پہلا صفحہ کھولیں اس پر آپکو یہ آیت مل جائے گی پھر کسی بھی ترجمہ والا قرآن یا کوئی بھی عام فہم تفسیر میں دیکھ لیں سلف میں سے کسی صحابی یا تابعی نے ''الذکر'' سے مراد یہاں قرآن کے سوا حدیث کو بھی لیا ہے؟''

(حوالہ بالاص ۳۸)

۴: مزید لکھا: ''اور مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حفاظت قرآن کے **متعلق** یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ہے اور جونا گڑھی صاحب **تحریف کرتے ہوئے نہایت بے شرمی** سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے مراد قرآن کے ساتھ حدیث بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسمان سے اور لوح محفوظ سے نازل کیا اسی طرح حدیث بھی نازل کی گئی ہے اور جس طرح قرآن کی حفاظت کا وعدہ الٰہی ہے اسی طرح حدیث کی حفاظت کا بھی وعدہ الٰہی ہے۔
قرآن کے الفاظ سے یہ کھلواڑ کرنے والے اپنے ایمان کی خیر منائیں اور دوسروں پر تحریف قرآن کا افتراء کرنے اور بھول چوک کو تحریف کا نام دیکر پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے گریبان میں بھی ذرا منہ ڈال کر دیکھ لیں۔'' (ڈائری ص ۳۸)

۵) مزید سنئے ''گاؤں کے چودھری'' کے اصل کردار غازیپوری صاحب نے لکھا:
''...کہ غیر مقلدین علماء کے نزدیک قرآن کے سلسلہ میں کس درجہ بداحتیاطی برتی جاتی ہے، انکے نزدیک قرآن کے مفہوم کے توڑ مروڑ کا سلسلہ کسقدر زور وشور سے قدیم ہی سے جاری رہا ہے، ان کے نزدیک خدا اور رسول کا درجہ برابر ہے، ان کے نزدیک قرآن وحدیث کا درجہ برابر ہے، ان کے نزدیک حدیث بھی آسمان سے اتری ہوئی چیز ہے...کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟ کیا یہ دین وشریعت کو بدلنا نہیں ہے؟ کیا یہ بددینی نہیں ہے؟ آج تک سلف وخلف میں سے کس نے حدیث کو قرآن کا درجہ دیا، کس نے کہا کہ قرآن کی طرح حدیث بھی آسمان سے اتری ہے، کس نے کہا کہ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے مراد حدیث بھی ہے'' (ڈائری ص ۳۹)

قارئین کرام! غور سے دیکھیں ''مفکرِ دیوبندیہ'' غازیپوری صاحب حدیث کو ''وحی'' اور ''منزل من اللہ'' اللہ کی طرف سے نازل کردہ قرار دینے پر کس قدر برسے ہیں، اور کتنا

کوسا ہے انھوں نے، اور کتنے بہتانات لگائے ہیں۔لیکن اس وقت ہم صرف اس بات تک محدود رہیں گے کہ غازیپوری صاحب اہل حدیث دشمنی میں منکرینِ حدیث کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہیں۔تو درج بالا اقتباسات سے درج ذیل غازیپوری فتاویٰ سامنے آتے ہیں:

۱: حدیث کو ''نازل شدہ'' سمجھنا و کہنا ''انتہائی جراءت'' ہے۔
۲: گمراہی وضلالت ہے۔
۳: کلام اللہ میں تحریف ہے۔
۴: ایسا کہنے سمجھنے والے کی ''عقل ماؤف ہوچکی'' ہے۔
۵: یہ کہنا ''مجذوب کی بڑ ہے'' کسی پڑھے لکھے کی بات نہیں۔
۶: ''خدا اور رسول کا درجہ برابر'' کر دینے والی بات ہے۔
۷: حدیث کو قرآن مجید کے برابر کر دینے کی ''سعی ناپاک'' ہے۔
۸: قرآن مجید کے الفاظ سے ''کھیل اور کھلواڑ'' ہے۔
۹: یہ ''دین وشریعت کو بدلنا'' ہے۔
۱۰: یہ ''بددینی ہے'' سلف خلف میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔
۱۱: یہ ''قرآن کے مفہوم کا توڑ مروڑ'' ہے۔
۱۲: ایسا کرنے والے ''اپنے ایمان کی خیر منائیں''

تو یہ ایک درجن فتوے ہیں، جی ہاں ! غازیپوری دیوبندی صاحب کے خیال میں حدیث کو ''وحی الٰہی'' کہنے اور ماننے پر یہ درجن بھر فتوے لگتے ہیں اور معمولی غور وفکر سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس جرم کی پاداش میں ایسے فتوے لگیں تو جو بھی اس جرم کا مرتکب ثابت ہوگا دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق برقرار نہیں رہ سکتا، وہ یقیناً کافر ہوگا۔
آیئے دیکھتے ہیں! جس بات کو غازیپوری صاحب نے بلاسوچے سمجھے تحریف معنوی قرار دیا، اس کے متعلق ''اکابر دیوبند'' کا کیا نظریہ ہے، کیا موقف ہے اور وہ کیا کہتے اور سمجھتے ہیں؟
سب سے پہلے دیوبند کے ''حکیم الاسلام حضرت العلام'' قاری محمد طیب صاحب

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ایک مقالہ بعنوان ''قرآن وحدیث'' کے چند اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں۔ چونکہ اس مقالہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ''...محمد طیب صاحب کی تمام تصانیف میں اس مقالہ کی خصوصیت یہ ہے، کہ ضبط تحریر میں لائے جانے کے بعد اساتذۂ دارالعلوم کے سامنے پڑھا گیا۔ حکیم الاسلام نے جب یہ مقالہ ارسال فرمایا تو اس کے ساتھ ایک خط میں اکابر دارالعلوم کا تاثر ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔ ''یہاں کے حضرات اساتذہ کو سنایا۔ انہوں نے بھی کافی تحسین کی اور فرمایا کہ انکارِ حدیث کے علی الرغم اب تک اس قسم کا مضمون نظر سے نہیں گذرا۔'' (فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری ۱/۷۳)

یہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر واساتذہ کا فیصلہ جو فضل الباری کی پہلی اشاعت ۱۹۷۳ء میں سامنے آچکا تھا۔ اس سے آپ دیوبندیہ کے ہاں اس مقالہ کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اسی خاص اہمیت کے پیش نظر ہم اس کے کئی اقتباسات نقل کریں گے، اور یہ اقتباسات ہی غازیپوری بہتانات والزامات کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جانے کے لئے کافی و شافی ہیں۔ تو سنئے:

۱: قاری طیب صاحب نے لکھا: ''کیونکہ جب کوئی حکم منصوص نازل نہ ہوتا اور بعد انتظار آپؐ اجتہاد فرماتے تو درصورتِ صواب بذریعہ وحی یا سکوت رضا آپ کو اس پر مستقر کر دیا جاتا جو حکم میں سُنّت کے ہو جاتا، ورنہ علی الفور تنبیہہ کرکے اس سے ہٹا دیا جاتا تھا، اس لئے اس کا مرجع بھی بالآخر وحی ہی نکلی، متلو ہو یا غیر متلو، یعنی کتاب اللہ یا سنّتِ نبویؐ۔

اس لئے مستقل حجتیں وہی دو رہتی ہیں، کتاب اور سنت... گویا نفس حجیت میں قرآن و حدیث کو متوازی اور مساوی شمار کیا ہے...'' (مقدمہ فضل الباری ۱/۷۷)

دیوبندیہ کے ''حکیم الاسلام'' سنت واجتہادِ نبوی ﷺ کو وحی قرار دے رہے ہیں۔ ضمناً یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ طیب صاحب کہہ رہے ہیں: ''مستقل حجتیں'' وہی دو ہی رہتی ہیں قرآن اور سنت۔ اجماع اور قیاس ان کی فرع ہیں، طیب صاحب نے لکھا:

''لیکن یہ قیاس اور اجماع کی دونوں اصلیں باوجود حجتِ شرعیہ ہونے کے تشریعی نہیں بلکہ

تفریعی ہیں، جو مستقل بالحجیۃ نہیں جب تک کہ ان کا رجوع کتاب وسنت کی طرف نہ ہو کیونکہ ما تجمع علیہ (جس پر اجماع کیا جائے) وہی معتبر ہوسکتا ہے جس پر پہلے سے کوئی دلیل کتاب و سنت سے قائم ہو ورنہ مجرد میل اور محض ہوئی سے کسی چیز پر جمع ہو جانا اجماع نہیں...پس ان کی تشریعی حیثیت خود اصل نہیں بلکہ کتاب وسنت کے تابع اور ماتحت ہے" (حوالہ بالا ۱/ ۷۷)

۲: قاری طیب صاحب نے لکھا:

"جس طرح حق تعالیٰ نے اپنا قانون اور کلام خود ہی اُتارنے کا ذمہ لیا...اسی طرح اس کے شرح و بیان کی ذمہ داری بھی حق تعالیٰ نے خود ہی لی کہ مخلوق بلا بتلائے اس کے ضمائر اور مخفیات ومرادات کو از خود پالینے پر قادر نہیں ہوسکتی تھی؛" (حوالہ بالا ۱/ ۸۱)

۳: قاری طیب صاحب نے القیامہ کی آیت نمبر ۱۷ نقل کر کے لکھا:

"یہ ذمہ داری ظاہر ہے کہ وحی کے الفاظ کو سینۂ نبویؐ میں محفوظ کر دینے سے متعلق تھی...اس کے بعد الفاظ وحی کے معنی ومطالب کا درجہ تھا تو انھیں بھی حضور اکرم ﷺ پر نہیں چھوڑا گیا... بلکہ بیان، مراد اور معانی قرآن کے کھول دینے کا ذمہ خود حق تعالیٰ ہی نے لیا اور فرمایا:۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ، القیمٰہ آیت ۱۹ "پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس قرآن کا بیان" ظاہر ہے کہ یہ بیان اس قرأت کے سوا ہی کوئی چیز ہوسکتی ہے جس کا ذمہ اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں لیا گیا تھا ورنہ اس دوسرے ٹکڑے کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔ پھر یہ کہ الفاظ سنا دینے کو بیان کہتے بھی نہیں قرأت کہتے ہیں...اس لئے حاصل یہ نکلا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام کے معانی سمجھانے کا ذمہ بھی خود ہی لیا۔ جس سے واضح ہوگیا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں من جانب اللہ ہیں پیغمبر علیہ السلام ان دونوں میں مدعی نہیں بلکہ ناقل اور امین ہیں"

(حوالہ بالا ص ۸۱۔۸۲)

۴: قاری طیب صاحب نے مزید لکھا:

"دوسری جگہ قرآنِ حکیم نے ارشاد فرمایا:۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ" "اور ہم نے یہ کتاب تم پر (اے پیغمبر) نہیں اتاری مگر اس لئے کہ تم

کھول کر بیان کردوان باتوں کو جن میں لوگ جھگڑے (اور اختلافات) میں پڑے ہوئے ہیں''...اس لئے نبیؐ کے بیان کو جو بیانِ الٰہی ہے قرآن کے علاوہ ایک حقیقت کہا جائے گا جو مختلف پارٹیوں یا افراد کے سوچے سمجھے مختلف معانی کے حق میں مُرجح ہوگا جس سے اختلاف چُک جائے گا اور فیصلہ ٔحق سامنے آجائے گا۔ اس سے صاف واضح ہے کہ **یہ بیانِ رسولؐ اس قرآن سے الگ کوئی چیز ہے** جو قرآن کے حقائق اور اوجھل شدہ معانی کو متعیّن طریق پر کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے...بس اسی بیان کا نام خواہ وہ قولی ہو یا عملی، سکوتی ہو یا تقریری قرآن کی اصطلاح میں بیان ہے اور حضورؐ کی اصطلاح میں اس کا نام حدیث یا سنت ہے جو ''حَدِّثُوا عَنِّی یَا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِي سے مفہوم ہوتا ہے۔'' (حوالہ بالا ص۸۲)

دیکھ لیجئے قاری طیب صاحب نے بڑے مؤکدانداز میں بیان کیا کہ قرآن مجید کے ''بیان'' کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے، قرآن مجید کے معنی متعین کرنے کے لئے اصل معیار، حجت اور مرجح من جانب اللہ یہی ''بیان'' ہے، اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ اس ''بیان'' کا اصطلاحی نام ''حدیث وسنت'' ہے خواہ وہ قولی یا فعلی حدیث ہو یا تقریری وسکوتی اور یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، لیکن غازیپوری صاحب یہ مانتے نظر نہیں آتے۔ بہر حال جب قاری صاحب ''بیان'' یا معانی کا نام حدیث وسنت ظاہر کر چکے ہیں تو آئندہ اقتباسات میں اسی مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کیجئے:

۴: قاری طیب صاحب نے لکھا:

''ورنہ اگر الفاظ کی حفاظت ہو جائے اور معانی کی رہ جائے تو گویا نصف قرآن کی حفاظت ہوئی اور نصف غیر محفوظ رہ گیا۔ یا معانی کی حفاظت تو کی جائے اور الفاظ وتعبیرات کی چھوڑ دی جائے تو پھر بھی وہی نصف قرآن کی حفاظت ہوئی اور نصف کی رہ گئی۔ اس لئے مکمل حفاظت جب ہی ہوسکتی ہے جب لفظ ومعنیٰ، قرآن و بیان دونوں محفوظ کر دیئے جائیں، ورنہ ناقص حفاظت ہوگی...اسی بناء پر حق تعالیٰ نے دونوں ہی کی حفاظت کا ذمہ لیا کہ ایک کے بغیر دوسرے کا محفوظ رہنا دشوار تھا۔'' (حوالہ سابقہ ص۱۰۵)

۵:　آگے قاری صاحب نے ایک ''قاعدہ کلیہ'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''اس لئے قدرتی طور پر جہاں بھی نزولِ قرآن کا ذکر ہوگا وہاں نزولِ بیان بھی ساتھ ساتھ مراد لینا ضروری ہوگا کہ بغیر نزولِ معنیٰ کے نزولِ الفاظ بے معنیٰ ہے۔ ایسے ہی جہاں بھی حفاظت قرآن کا ذکر ہوگا وہاں یہ بیانِ قرآن بھی اس حفاظت میں شامل رکھا جانا ضروری ہو گا کہ بغیر حفاظتِ بیان کے قرآن کے الفاظ کی حفاظت بے معنی ہوگی۔ پس جبکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ''انّا نحن نزّلنا الذکر'' ہم ہی نے ذکر (قرآن) اتارا (الحجر آیت ۹) تو اس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ ہم نے صرف الفاظِ قرآن بلا معنی ومراد کے اتار دیئے یا معانی بلا الفاظ کے نازل کر دیئے بلکہ یہی اور صرف یہی مطلب لیا جائے گا کہ پُورا قرآن یعنی الفاظ و معانی کا قرآن اتارا جس کے الفاظ بھی ہمارے ہی تھے اور معانی بھی ہمارے کیونکہ ہم نے اسے پڑھ کر رسول کو سنایا، اور قرأۃ الفاظ کی ہوتی ہے اور ہم نے ہی بیان دے کر رسول کو سمجھایا اور سمجھانا معانی و مراد کا ہوتا ہے۔ غرض یہاں ذکر سے قرآن مع بیان مراد ہوا کہ وہ دونوں نازل کردہ ہیں اسی طرح جبکہ اس آیت کے اگلے ٹکڑے میں قرآن کی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن'' اور ہم ہی اس قرآن کے محافظ ہیں۔ جس میں لَہٗ کی ضمیر اسی ذکر کی طرف راجع ہے، جس کے معنیٰ قرآن مع بیان کے تھے تو یہاں حفاظت کے دائرہ میں بھی وہی قرآن مع بیان ہی مراد لیا جانا ضروری ہوگا اور محافظت کا تعلق دونوں ہی سے ماننا پڑے گا کہ قرآن اور اس کے بیان کے ہم ہی محافظ ہیں ورنہ یہ حفاظت مکمل نہ رہے گی بلکہ ادھوری اور ناقص رہ جائے گی۔

حالانکہ آیت میں لَحَافِظُوْنَ مطلق لایا گیا ہے جس سے اصولِ عربیت کے مطابق حفاظت کا فردِ کامل مراد لیا جانا ضروری ہے اور حفاظت کاملہ وہی ہے جو لفظ و معنیٰ اور قرآن و بیان دونوں کو شامل ہو جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے اس لئے آیت کے دعوے کا حاصل یہ نکلا کہ ہم قرآن کے لفظوں کے بھی محافظ ہیں اور ہم اس کے معنی اور بیان کے بھی محافظ ہیں۔'' (حوالہ سابقہ ص ۱۰۷۔۱۰۸)

۷: قاری طیب صاحب نے اور زیادہ واضح الفاظ میں لکھا:

''اس لئے بیانِ قرآن یعنی حدیث کا تحفظ من جانب اللہ، اللہ سے رسول تک اور رسول سے امت تک اور وہ بھی تا قیامت قرآن سے ثابت ہوگیا، فللہ الحمد۔'' (ایضاً ص ۱۰۸)

۷: مزید لکھا:

''جس سے پوری امت کی حد تک قرآن اور اس کے بیان یعنی حدیث کا قیامت تک محفوظ من اللہ ہونا خود اس آیت کی دلالت سے ہی ثابت ہو جاتا ہے'' (ایضاً ص ۱۰۸)

۸: اور لکھا: ''بلکہ غور کیا جائے تو قرآن ہی نے حدیث کے محفوظ من اللہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے'' (حوالہ سابقہ ص ۱۰۵)

قاری طیب صاحب نے ایسا اور بھی بہت کچھ لکھا ہے جو ''مولوی'' ابوبکر غازیپوری صاحب کے ہوش و حواس اور طبیعت کی درستگی کا کافی وشافی سامان رکھتا ہے، لیکن فی الوقت ہم انہی چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں کہ ابھی ہمیں دیگر علماء دیوبند کے بھی بہت سے حوالہ جات پیش کرنے ہیں۔

ابوبکر غازیپوری صاحب اگر اپنے ''حکیم الاسلام'' کی ان توضیحات، تشریحات و تصریحات کو مکرر سہ کرر پڑھیں، اور عامیانہ رویہ اور جوش و جذبے کو ایک طرف رکھ کر خوب غور و فکر کریں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مولانا محمد جونا گڑھی نے کن اصول و قواعد کی بنا پر ''حفاظتِ ذکر'' میں قرآن مجید کے ساتھ حدیث کو بھی شامل سمجھا اور بیان فرمایا۔

پھر غازیپوری صاحب یہ بھی جان لیں گے کہ جونا گڑھی صاحب کے بیانات کو بدزبانی و بدکلامی کرتے ہوئے ''مجذوب کی بڑ، بے شرمی، سعی ناپاک اور تحریفِ معنوی'' قرار دینا کسی عالم تو کجا سمجھدار طالب علم کی شان سے بھی انتہائی بعید بلکہ بعید تر ہے، ہاں البتہ قرآن وسنت اور علومِ دینیہ سے محروم کسی بھی شخص سے قطعاً بعید نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ایسی بدزبانی کا مرتکب شخص ''ادارہ طلوع اسلام'' گلبرگ لاہور ہی کا ہو۔ وہ ''سید واڑہ غازیپور'' کا بھی ہوسکتا ہے۔

دین کے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے راقم الحروف غازیپوری صاحب کی طرح بدزبانی، بدکلامی اور سب وشتم کی گنجائش ہی نہیں پاتا، البتہ یہ حقیقت ہے کہ غازیپوری صاحب نے جس قدر بدزبانی و بداخلاقی کا مظاہرہ فرمایا وہ صرف مولانا جونا گڑھی کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان کے اپنے قاری طیب صاحب اوران کے دور میں اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے بھی اتنے ہی خلاف ہے۔ جی ہاں! یہ مذموم کلمات جو جناب غازیپوری صاحب نے لکھے ان کے اکابر بھی ان کی زد میں ہیں۔

قارئین کرام! افسوس کہ مقامِ حدیث سے انتہائی بے خبری وغفلت کے باوجود ''ہمہ دانی'' کا زعم ہے کہ چین نہیں لینے دیتا تو چیلنج کرتے پھرتے ہیں، بلکہ کتاب میں شائع بھی فرمادیتے ہیں، اب یہی مقام دیکھ لیجئے، آستینیں چڑھائے محسوس ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں:

''...میں عام مسلمانوں سے گذارش کروں گا، **چودھواں سیپارہ کا پہلا صفحہ کھولیں** اس پر آپکو یہ آیت مل جائے گی، پھر کسی بھی ترجمہ والا قرآن یا کوئی بھی عام فہم تفسیر میں دیکھ لیں سلف میں سے کسی صحابی یا تابعی نے ''الـذکـر'' سے مراد یہاں قرآن کے سوا حدیث کو بھی لیا ہے؟...اور مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ہے'' (ڈائری ص ۳۸)

ویسے قاری طیب صاحب کی تصریحات کے بعد معلوم نہیں غازیپوری صاحب اور ان کے ہمنوا کچھ کہنے کی ضرورت محسوس فرمائیں گے یانہیں؟ اگر فرمائیں تو چلئے ایسا بھی کر لیتے ہیں۔ عام مسلمانو! دیوبندی ''مفتی اعظم مفتی'' شفیع صاحب کی عوام کے لئے تحریر کردہ عام فہم تفسیر ''معارف القرآن'' اٹھا کر دیکھ لیں، چودھویں پارے کا پہلا صفحہ کھولیں یہ آیت مل جائے تو دیکھیں:

۱: اس آیت کی تفسیر میں دیوبندی ''مفتی اعظم'' محمد شفیع عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

''**حفاظتِ قرآن کے وعدے میں حفاظتِ حدیث بھی داخل ہے** تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ قرآن نہ صرف الفاظِ قرآنی کا نام ہے نہ صرف معانی قرآن کا، بلکہ دونوں کے

مجموعے کوقرآن کہا جاتا ہے...تو حفاظت قرآن کی جو ذمہ داری اس آیت میں حق تعالیٰ نے خود اپنے ذمے قرار دی ہے اس میں جس طرح الفاظِ قرآنی کی حفاظت کا وعدہ اور ذمہ داری ہے اسی طرح معانی اور مضامینِ قرآن کی حفاظت اور معنوی تحریف سے اس کے محفوظ رہنے کی بھی ذمہ داری اللہ تعالیٰ ہی نے لے لی ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ معانیِ قرآن وہی ہیں جن کے تعلیم دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے ''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ''یعنی آپؐ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ بتلادیں لوگوں کو مفہوم اس کلام کا جو اُن کے لئے نازل کیا گیا ہے'' اور یہی معنی اس آیت کے ہیں... اور جب رسول اللہ ﷺ کو معانی قرآن کے بیان اور تعلیم کے لئے بھیجا گیا تو آپؐ نے امت کو جن اقوال وافعال کے ذریعہ تعلیم دی، انہی اقوال وافعال کا نام حدیث ہے۔''

(معارف القرآن ۵/۲۸۳۔۲۸۴،مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

''مفتی'' شفیع صاحب نے مزید لکھا:

''...اس کے علاوہ حدیثِ رسولؐ در حقیقت تفسیرِ قرآن اور معانیِ قرآن ہیں، ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ محفوظ رہ جائیں معانی (یعنی احادیثِ رسولؐ) ضائع ہوجائیں؟'' (حوالہ سابقہ ص ۲۸۴)

جی غازیپوری صاحب! سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اور سابق ''مفتی'' دارالعلوم ''مفتی'' شفیع صاحب کی ان باتوں اور سوالات کا کیا جواب ہے آپ کے پاس؟ آپ تو کسی بھی ''عام فہم تفسیر'' کے دیکھ لینے کا حکم ایسے دے رہے ہیں جیسے آپ نے سب کی سب تفسیریں پڑھ ڈالی ہیں، اور سب کا سب ذہن میں محفوظ بھی کر چکے ہیں، لیکن حقیقت تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ خود اپنے گھر کی باتوں اور مسلک کی تفاسیر بھی نہیں دیکھ پائے ہیں، بلکہ یہ تک معلوم نہیں کہ اہل علم کے ہاں ''قرآن'' کس چیز کا نام ہے؟

یا شیخ! تعلّم قبل أن تتکلّم!

شیخ جی! کچھ پڑھ لیا کیجئے، پھر اپنی ''ہمہ دانی'' کے مظاہرہ کا شوق بھی پورا کر لیجئے گا۔

یادرہے کہ قاری طیب و ''مفتی'' شفیع صاحب کے علاوہ دیگر دیوبندی اکابر بھی یہ بات بیان کر چکے ہیں۔

۲: ان کے ''شیخ الاسلام مفتی'' محمد تقی عثمانی صاحب نے کہا:

''منکرینِ حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن نے ''اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، حدیث کے بارے میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی، لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے ... دوسرے اس میں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے، اور قرآن باتفاق اصولیین نام ہے نظم اور معنی دونوں کا، اس لئے یہ آیت صرف الفاظِ قرآن کی نہیں بلکہ معانیِ قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے، اور معانیِ قرآن کی تعلیم حدیث میں ہوئی؛''

(درس ترمذی ۱/۳۲-۳۳)

۳: ان کے ''مفتی اعظم پاکستان'' رفیع عثمانی صاحب نے لکھا:

''**حفاظتِ حدیث کی ذمہ داری بھی اللہ نے لی ہے** رہا یہ اعتراض کہ ''حدیثیں محفوظ نہیں رہیں''، تو شاید ان معترضین نے اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا کہ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:... اور کون نہیں جانتا کہ قرآن صرف ایسے الفاظ کا نام نہیں جو کوئی معنیٰ نہ رکھتے ہوں، تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ قرآن نہ محض الفاظِ قرآنی کا نام ہے، نہ صرف معانیٔ قرآن کا، بلکہ دونوں کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے،... قرآن کے نہ الفاظ میں کوئی تحریف چل سکتی ہے، نہ معنی میں، جیسا کہ قرآن کریم ہی میں ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ:۔''وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ. (حٰمٓ السجدة : ٤١، ٤٢)

ترجمہ: اور یہ (قرآن) نادر کتاب ہے، جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے سے آسکتی ہے (کہ اس کے الفاظ میں ردّ و بدل کر دیا جائے) اور نہ اس کے پیچھے سے کہ اس کے معانی میں تحریف کر دی جائے)، یہ نازل کردہ ہے حکمتوں اور تعریفوں والے پروردگار کی طرف

سے۔"(۱)

اور ظاہر ہے کہ معانیٔ قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لئے آنحضرت ﷺ کو بھیجا گیا تھا، جیسا کہ پیچھے کی آیات سے واضح ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو جن اقوال وافعال کے ذریعے تعلیم دی، انہی اقوال وافعال کا نام "**حدیث**" ہے۔ لہٰذا حدیثِ رسولؐ جو درحقیقت تفسیرِ قرآن اور معانیٔ قرآن ہیں، ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ محفوظ رہ جائیں، معانی یعنی احادیث رسولؐ ضائع ہو جائیں؟ " (کتابت حدیث ص ۲۱۔۲۲)

ان کے "شیخ الاسلام، حکیم الاسلام اور مفتیان اعظمان" کے ان بیانات سے واضح ہے کہ آیت "**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون**" میں "**الذکر**" سے مراد صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ معانیِ قرآن "حدیث" بھی مراد ہے۔ معترضین کی غیر سنجیدگی کے سبب وہ اس بات کو سمجھ نہ پائے، مولانا جونا گڑھی اور ان دیوبندیوں کے بیان میں سوائے اجمال وتفصیل کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ منکرینِ حدیث جیسے اعتراضات کرنے والے دیوبندی اپنے ان اکابر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

کیا احادیث وحی نہیں؟

غازیپوری صاحب نے اپنی ڈائری میں جو اعتراضات کئے ان سے واضح ہے کہ وہ احادیث کو "نازل شدہ" اور "وحی" نہیں مانتے۔ ان کا یہ نظریہ بھی اہل اسلام کے بجائے منکرینِ حدیث کا نظریہ ہے۔ اس کا غلط اور باطل ہونا خود علمائے دیوبند سے بھی ثابت ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱: ان کے "شیخ الاسلام" شبیر احمد عثمانی صاحب نے آیات "**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**" کی تفسیر میں لکھا:

"یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس

پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو ''قرآن'' اور غیر متلو کو ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔'' (تفسیر عثمانی، سورۂ نجم آیت: ۳۔۴، کی تفسیر)

۲: ان کے ''حکیم الامت، مجدد الملت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے انہی آیات کی تفسیر میں لکھا: ''ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے۔'' الخ

(تفسیر بیان القرآن، آیات بالا کی تفسیر)

۳: عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے انہی آیات کی تفسیر میں لکھا:

''یہ وحی خواہ لفظی ہو جو قرآن کہلاتی ہے، خواہ محض معنوی ہو جو سنت کہلاتی ہے''

(تفسیر ماجدی ص ۱۰۵۱)

۴: ان کی معتبر شرح مشکوٰۃ مظاہر حق جدید کے شروع میں لکھا ہے:

''امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسان بن عطیہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ... آنحضرت ﷺ پر وحی آیا کرتی اور جبریلؑ آپ کے پاس وہ سنت لے کر آیا کرتے تھے جو اس کی تفسیر کر دیتی'' (مظاہر حق جدید ۱/ ۸۰ مطبوع دارالاشاعت کراچی)

۵: مظاہر حق جدید کے مقدمہ میں محمد سالم صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے لکھا: ''اور حدیث کلام رسول ہے اگرچہ معانی کے اعتبار سے وہ بھی **ملهم من اللّٰه** ہیں جیسا کہ نص صریح اس پر شاہد ہے۔ **مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ الآية**'' (مظاہر حق جدید ۱/ ۲۵)

۶: دیوبندیوں کے پیر و مرشد احمد علی لاہوری صاحب نے انھی آیات کی تفسیر میں لکھا:

''سورۃ النجم (موضوعِ سورت) رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وحی الٰہی ہیں اور تمھارے معتمدات ظن و تخمین پر مبنی ہیں... اپنی خواہش سے نہیں فرماتے بلکہ ارشادات نبویہ بذریعہ وحی آئے ہیں۔'' (قرآن عزیز، مطبوعہ انجمن خدام الدین لاہور)

اس ترجمہ وحواشی پر کئی ایک علمائے دیوبند کی تقریظات وتعریفات موجود ہیں، جن میں ان کے ''شیخ الاسلام'' حسین احمد ٹانڈوی صاحب، ان کے ''محدث کبیر'' انورشاہ کشمیری صاحب ان کے ''مفتی ٔ ہند'' کفایت اللہ دہلوی صاحب وغیرہم کی تقریظات بھی ہیں۔

۷: ان کے ''سابق مفتی اعظم'' شفیع صاحب نے لکھا:

''آپؐ جو فرماتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا ہوا ہوتا ہے، وحی کی بہت سی اقسام احادیثِ بخاری سے ثابت ہیں، ان میں ایک قسم وہ جس کے معنی اور الفاظ سب حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں، جس کا نام قرآن ہے۔ دوسری وہ کہ صرف معنی اللہ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں، آنحضرت ﷺ اس معنی کو اپنے الفاظ میں فرماتے ہیں اس کا نام حدیث اور سنت ہے۔'' (معارف القرآن ۸/۱۹۴)

۸: ان کے ''فقیہ العصر وشیخ الحدیث مفتی'' رشید احمد لدھیانوی صاحب نے لکھا:

''بدر میں اللہ تعالیٰ نے انزالِ ملائکہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ حالانکہ قرآن میں موقع بدر پر اس قسم کا کوئی وعدہ مذکور نہیں۔ معلوم ہوا کہ انزال ملائکہ کا وعدہ وحی غیر متلو سے تھا جو حدیث ہے''

(ارشاد القاری الی صحیح البخاری ۱/ ۱۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

۹: سوانح قاسمی کے مصنف مناظر احسن گیلانی دیوبندی صاحب نے لکھا:

''وما ینطق عن الھوی اِن ھو الا وحیٌ یُّوْحٰی ۔'' پیغمبر نہیں بولتے ''الھویٰ'' (یعنی اپنی ذات خواہش سے) نہیں وہ (یعنی پیغمبرؐ کا بول) مگر وحی جس کی وحی ان پر کی جاتی ہے۔

وغیرہ سے مغالطہ کی ان گتھیوں کا سلجھانا کیا آسان تھا۔ جن میں اسلام کے باوجود اس زمانے میں حدیثوں کی ان ہی تحدیدی روایتوں کی بنیاد پر لوگ الجھ الجھ کر پھڑ پھڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا تعلق بھی صرف قرآن سے ہے اسی لئے وہ پیغمبر کو صرف قرآن کی حد تک پیغمبر مانتے ہیں... مگر بحمد للہ اس فلسفہ کے شر نے ایک ایسے خیر کو پیدا کیا جس نے ثابت کر دیا کہ مذکورہ بالا قرآنی آیت کا واقعی مطلب بھی وہی ہے جو اس کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جا رہا ہے یعنی قرآن ہی نہیں بلکہ نطق وگفتگو جو بھی پیغمبر کی زبان سے نکلتی ہے اس کا

قطعاً الھوی (پیغمبرؐ کی ذاتی خواہش) سے تعلق نہیں ہے بلکہ قرآنی نطق ہو یا غیر قرآنی، پیغمبر کا ہر نطق اور ان کی ہر گفتگو وحی ہے، جو ان پر خدا کی طرف سے کی جاتی ہے۔ آیت کے الفاظ سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے اور حضرت عبداللہ کو سمجھاتے ہوئے قسم کھا کر دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی اسی مفہوم کی مزید تائید اور تاکید ہوگئی اور محقق ہوگیا کہ پیغمبر کی زندگی ہر حال میں اسوہ اور نمونہ ہے اور ان کی زبان کا ہر بول ذاتی فکر و نظر یا خواہش کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ سب وحی ہے خواہ خوشی کے حال میں بات کی گئی ہو یا غصہ کی حالت میں۔'' (تدوینِ حدیث ص ۲۶۱۔۲۶۲، مکتبہ اسحاقیہ، کراچی)

۱۰: ان کے ''امام اہلِ سنت، محدث اعظم پاکستان'' سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا:

''ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا خبردار بے شک مجھے کتاب اللہ دی گئی ہے اور (استدلال و احتجاج میں) اس کی مثل بھی اس کے ساتھ دی گئی ہے (وہ حدیث و سنت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ اور جو اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کتاب منزل من اللہ اسی طرح حکمت بھی منزل من اللہ ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴، اور اس پر سلفؒ کا اتفاق ہے (کتاب الروح ص ۹۲)'' (شوقِ حدیث ص ۴۷)

۱۱: دارالعلوم دیوبند کے ''شیخ التفسیر'' محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا:

''اور اس وحی میں سے متلو کو قرآن اور وحی غیر متلو کو حدیث کہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نبی کا خواب بھی حجت ہوتا ہے'' (حجیت حدیث ص ۴۰، مطبوع زمزم پبلیشرز کراچی)

مزید لکھا: ''امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے تمام علماء قرآن کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں کتاب اللہ کے بعد حکمت کا لفظ آیا ہے سب جگہ حکمت سے سنت نبوی مراد ہے۔ قال تعالی: وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ والحكمة۔

واذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

بِـهٖ... (اور یاد کرو ان آیات اور حکمت اور دانائی کی باتوں کو جن کو تمھارے گھروں میں پڑھا جاتا ہے۔) (اور یاد کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسان کو اور اس بات کو کہ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اسی کی تم کو نصیحت کرتے ہیں۔) (اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی...) حکمت کے اصل معنی دانائی کے ہیں جس کا اولین مصداق قولِ رسول ﷺ ہے اور جو شخص حدیث نبوی اور قول رسول ﷺ کو حکمت اور دانائی سے خارج سمجھے، یہی اس کے نادان اور بے عقل ہونے کی صریح دلیل ہے۔'' (حجیتِ حدیث ص ۴۷۔۴۸)

۱۲: ان کے ''المحدث الکبیر'' حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے لکھا:

''**وحی غیر متلو کی حقیقت:** قرآن کے علاوہ بھی ایک وحی ہے جس کو وحی غیر متلو کہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جو وحی آتی تھی اس کی دو قسمیں تھیں ایک وہ جس کے معنی کے ساتھ الفاظ بھی منجانب اللہ ہوتے تھے اس کو حضور بعینہٖ انہی الفاظ میں لوگوں کو سناتے تھے اسی کو قرآن اور کتاب اللہ کہتے ہیں دوسری وہ جس کے صرف معنی نبی ﷺ کے قلب میں القاء ہوتے تھے اور اس کو آپ اپنے الفاظ میں حضور ﷺ بیان کرتے تھے، اس کو وحی متلو کہتے ہیں۔'' (نصرۃ الحدیث، رسائل اعظمی ص ۱۱۲، مطبوعہ زمزم پبلیشرز کراچی)

یاد رہے کہ یہ ''نصرۃ الحدیث'' جب دیوبندی امت کے حکیم تھانوی صاحب نے دیکھی تو کہا: ''تحقیق کا حق ادا کر دیا، شاید میں بھی اتنی تحقیق سے یہ کتاب نہیں لکھ سکتا تھا۔''

(رسائل اعظمی ص ۱۷)

۱۳: ان کے ''شیخ الحدیث'' سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس دیوبندیہ نے کہا:

''رسول کی اطاعت کوئی علیحدہ چیز نہیں وہ اللہ ہی کی اطاعت ہے دوسری جگہ ارشاد ہے ''وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى'' آپ کے احکام وحی کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے جو حکم آپ بیان کرتے ہیں وہ اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے'' (کشف الباری ۱/۴۲)

۱۴: مسعود اشرف عثمانی دیوبندی صاحب نے تقی عثمانی صاحب کی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا: ''رسول اللہ ﷺ پیغمبرانہ حیثیت میں جو کچھ بھی ارشاد یا عمل فرماتے ہیں وہ اللہ

تعالیٰ سے حاصل شدہ وحی پر مبنی ہوتا ہے چنانچہ آپؐ کے ارشادات اور آپؐ کے افعال، دونوں خواہ قرآن کریم میں بیان بھی نہ کئے گئے ہوں، درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کے تصدیق شدہ ہیں۔'' (حجیت حدیث ص ۲۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

۱۵: ان کے ''مناظر اسلام'' منظور نعمانی صاحب نے لکھا:

''قرآن حکیم نے تعلیم کتاب کے ساتھ حکمت بھی آنحضرت ﷺ کا ایک فریضہ بتایا ہے، یہ حکمت کیا چیز ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے فکر صحیح اور فہم سلیم کی ضرورت ہے۔ حکمت کی مراد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے خود قرآن پاک کی طرف رجوع کیجئے تو اس میں آپ کو ایسی متعدد آیات ملیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ حکمت بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور نازل کیا ہے مثلاً سورۂ نساء میں ایک جگہ ارشاد ہے: وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ... اور نازل کی اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت... (النساء ع ۱۶)

سورۂ بقرہ میں ایک موقع پر فرمایا: وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (بقرہ ع ۲۹)

اور یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے اوپر اور جو نازل کیا تم پر یعنی کتاب وحکمت، نصیحت کرتا ہے اللہ تم کو اس کے ساتھ۔ سورۂ احزاب کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں کی طرح حکمت بھی ایک ایسی چیز ہے جس کی تلاوت ازواج مطہرات کے گھروں میں ہوتی تھی، ارشاد ہے: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُنَّ فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (احزاب ۱۴۴) اور یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تم پر تمہارے گھروں میں یعنی اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

سوال یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے گھروں میں قرآن کی آیتوں کے علاوہ دوسری کوئی چیز پڑھی جاتی تھی؟ اور آنحضرت ﷺ ان کو قرآن کے علاوہ کیا سناتے تھے؟ اس سوال کا صرف یہی ایک جواب ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کی حدیث اور آپ کی سنت تھی... اس آیت سے حدیث وسنت پر عمل کا واجب اور مامور بہ ہونا بھی معلوم ہوگیا۔ اور جب سنت ہی

کا دوسرا نام حکمت ہے تو اس سے پہلے آیتوں سے (جن میں کتاب کی طرح حکمت کو بھی منزل من اللہ فرمایا گیا ہے، ثابت ہوا کہ سنت بھی منزل اللہ اور وحی خداوندی ہے۔

قرآن کے بعد جب ہم معلّم قرآن ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو جس طرح قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے علاوہ ایک اور چیز بھی (جس کا نام حکمت ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اتاری ہے، اسی طرح معلّم قرآن ﷺ کی تعلیمات بھی ہم کو یہی بتلاتی ہیں۔ **اَلا اِنِّی اُوْتِیتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ** کہ مجھے قرآن عطاء کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی اس کے مثل دی گئی۔ (رواہ ابوداود وابن ماجہ والدارمی عن المقدام بن معدیکرب)

کتاب وسنت کے انہی نصوص کی بنا پر تمام ائمہ وعلمائے سلف اس بات میں متفق ہیں کہ "**يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** اور اس طرح کی دوسری آیات میں جو حکمت کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد سنت ہی ہے اور سنت بھی وحی الٰہی کی ایک قسم ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں:۔ "...اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول پر دو قسم کی وحی نازل کی اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا اور وہ دونوں قرآن وحکمت ہیں (اس کے بعد علامہ نے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہی قرآنی آیات درج کی ہیں جو اوپر پیش کی جا چکی ہیں جن میں کتاب وحکمت کی تنزیل وتعلیم کا ذکر... ہے ان آیات کو درج کرنے کے بعد علامہ لکھتے ہیں) کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلف سنت مراد ہے، رسول اللہ نے اللہ سے پا کر جو خبر دی دونوں واجب التصدیق ہونے میں یکساں ہیں یہ اہل اسلام کا بنیادی اور متفق علیہ مسئلہ ہے **اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں۔**" (معارف الحدیث ۱/۲۱ تا ۲۶)

لیجئے غازیپوری صاحب آپ کے اکابر اہل علم میں سے تقریباً پندرہ لوگوں کی تحریریں آپ کے سامنے ہیں۔ ان تحریرات واقتباسات میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ نبی ﷺ کا ہر ہر قول اور فرمان، آپ کی تقریر آپ کا عمل سب کچھ وحی ہے۔ حدیث بھی وحی اور قرآن مجید کی طرح نازل شدہ ہے، بالکل ویسی ہی باتیں جو مولانا محمد جوناگڑھی نے بیان

کیں تو آپ نے ان پر طنز و تشنیع کے نشتر برسائے، سخت ترین فتوے لگائے، تحریف قرآن مجید کا بہتان لگایا۔ اب اپنے ان علماء کے بارے میں جناب کیا رائے دیں گے؟

قارئین کرام! علماء دیوبند بالخصوص قاری طیب، سرفراز خان صفدر اور منظور نعمانی صاحب کی ان عبارتوں پر غور فرمائیں۔ ان کی بیان کردہ ایک ایک دلیل اور ایک ایک جملہ پر غور کریں۔ جب غور فرمائیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ ''حدیث'' کو ''وحی'' اور ''نازل شدہ'' کہنے سمجھنے پر غازیپوری صاحب نے تحریفِ قرآن اور کتاب اللہ کے ساتھ کھیل و کھلواڑ کا جو الزام لگایا اور مناظر حسن گیلانی کے بقول الجھ کر خوب ''پھڑ پھڑائے'' تو دیکھ لیجئے علمائے دیوبند کی تحریرات کے مطابق وہ کس مقام پر جا پہنچے ہیں؟

۱: غازیپوری صاحب فکر صحیح اور فہم سلیم سے محروم رہے۔

۲: جناب نے اس سلسلے میں قرآن مجید کی طرف رجوع نہیں کیا۔

۳: تعلیمات نبوی کی طرف رجوع نہیں کیا۔

۴: باوجود زعم علم کے قرآن مجید کی ان آیات کو سمجھنے سے قاصر و عاجز رہے۔

۵: قرآن مجید کی آیات صریحہ سے ثابت عقیدہ کا انکار کیا۔

۶: منکرین حدیث کی طرح ان آیات صریحہ سے ثابت ہونے والے عقیدہ حقہ ''حدیث بھی وحی ہے'' کا مذاق اڑایا۔

۷: اس عقیدہ حقہ اور قرآن سے صراحتاً ثابت بات کو ''تحریفِ قرآن'' کہا۔

۸: قرآن کی صریح آیات سے ثابت عقیدے کے اظہار کو ''سعی ناپاک'' قرار دیا۔

۹: منظور نعمانی صاحب کے بقول: ''معلم قرآن نبی ﷺ کی تعلیمات بھی ہم کو یہی بتلاتی ہیں۔''

جبکہ دوسری طرف غازیپوری اسے کھیل کھلواڑ، سعی ناپاک اور تحریف قرار دیتے ہیں۔

۱۰: نعمانی، سرفراز صفدر اور ''مفتی'' شفیع صاحبان و دیگر آلِ دیوبند نے حدیث کے وحی اور نازل شدہ ہونے پر اہل علم و سلف کا ''اجماع'' اور اتفاق نقل کیا۔ ظاہری بات ہے کہ

غازیپوری صاحب ''اجماع سلف'' سے ناواقف رہے۔ گو کہنے کو ''رئیس المحققین'' ہیں۔

۱۱: مولانا جوناگڑھی پر جو بہتانات لگائے، ان کی زد میں سلف صالحین اور خود ان کے اپنے اکابر دیوبند بھی آجاتے ہیں۔ الغرض کہ ابوبکر غازیپوری صاحب اپنے ان بہتانات کے ذریعے سلف صالحین کو محرفین قرآن کہنے والے ہوئے۔

۱۲: اکابر دیوبند یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ واجب التصدیق، واجب العمل، استدلال اور حجت لینے میں قرآن وحدیث کی حیثیت یکساں ہے۔ غازیپوری ڈائری کے مطابق یہ بہت خطرناک بات ہے۔

۱۳: نعمانی صاحب کے بقول حدیث کو وحی اور منزل من اللہ ماننے کے اہل اسلام کے اس متفقہ عقیدے سے وہی شخص انکار کرے گا جو ان (اہل اسلام) میں سے نہ ہو۔ انکار تو غازیپوری صاحب کر چکے ہیں، لہٰذا سوچ لیں وہ کہاں جا پہنچے؟

۱۴: غازیپوری صاحب اپنی ان لغو باتوں اور بہتانات کے ساتھ ''منکرینِ حدیث'' کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہیں، اور ایسی بغض بھری باتوں کے ذریعے سے وہ اس راز سے پردہ اٹھا کر اس حقیقت کا انکشاف کر گئے کہ ''لمحہ فکریہ'' میں ''منکر حدیث چوہدری'' تو خود جناب ابوبکر غازیپوری صاحب فاضل دیوبند ہیں کوئی اور نہیں۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے، بتلایئے علانیہ توبہ کب کریں گے؟

غازیپوری صاحب نے لکھا ہے:

''میں غیر مقلدین حضرات سے گزارش کروں گا کہ اگر انصاف و دیانت کا ان کے ہاں کچھ نام ونشان ہے تو بتلائیں کہ مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد صاحب کا یہ کلام ان آیاتِ قرآنیہ کے مضامین کی تحریف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر غیر مقلد علماء نے اپنے کانوں میں آج تک انگلی کیوں ڈال رکھی ہے صرف دوسروں ہی کی تحریفات انھیں نظر آتی ہیں، یہ جو تحریفات کے بڑے بڑے شہتیر ہیں آخر وہ ان کی نگاہ سے کیوں غائب رہتے ہیں۔''

(ڈائری ص ۳۴)

حدیث کے منزل من اللہ اور وحی قرار دینے کی جتنی مثالیں غازیپوری نے مولانا جونا گڑھی کی کتاب سے نقل کی ہیں ان میں تحریف کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ غازیپوری صاحب اوران کے ہمنواؤں کی خام خیالی و ناقص معلومات کا کمال ہے کہ اہل اسلام کے متفقہ عقیدے کو تحریف قرار دے کر زبان درازی و بہتان طرازی کی۔

بہرحال اب بھی اگر غازی پوری صاحب اوران کے حاشیہ برداروں کا اصرار ہو کہ یہ تحریفات ہیں تو ہم کافی تفصیل سے ان تحریفات مزعومہ کا ثبوت علمائے دیوبند سے بھی پیش کر چکے ہیں، ایسا کچھ وہ بھی کہتے اور لکھتے چلے آئے ہیں اور یہی ان کا مسلمہ ہے۔ پھر غازیپوری مقلد اوران کے ہم خیال اور دیگر مقلدین کی انگلیاں تو یقیناً ان کے کانوں میں مصروف نہیں ہوں گی، اوران کے خیال سے انصاف و دیانت بھی تو خوب خوب پایا جاتا ہو گا۔ تو ان کے زعم کے مطابق ''تحریفات کے بڑے بڑے شہتیر'' بھی ان کے سامنے کر دیئے گئے ہیں۔ مقلد غازیپوری صاحب اپنی فارغ انگلیوں میں قلم پکڑیں اور اپنے زعم فاسد کے مطابق ''تحریفات کے ان بڑے بڑے شہتیر'' کو دیکھتے ہوئے مذکور علماء دیوبند کی مذمت میں ایک مضمون سپرد قرطاس فرمائیں اور اپنے دو ماہی رسالہ ''زمزم'' کی کسی قریبی اشاعت میں شائع کر دیں۔

پھر اتحاد دیوبندیہ کے گھمن صاحب اور ان کے ''قافلہ'' والے اس مضمون کی اشاعت میں ایسی ہی سرگرمی دکھائیں۔ وگرنہ یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جائے گی کہ ''انصاف و دیانت'' کا تو یہ لوگ بس نام ہی لیتے ہیں۔ عملاً تو انصاف و دیانت کے قریب سے بھی نہیں گزرتے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

اس سے پہلے راقم الحروف ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو شمارہ نمبر ۸۴و۸۵ میں غازیپوری خیانتوں کا بھی تذکرہ کر چکا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کا تو بس نام ہی لیتے ہیں۔ الحمدللہ آج تک اس کا جواب سامنے نہیں آیا۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے؟

(۲۰/جنوری ۲۰۱۳ء)

امام نسائی رحمہ اللہ کی وفات کا قصہ

امام نسائی یعنی ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر النسائی رحمہ اللہ (م۳۰۳ھ) کا شمار حدیث کے مشہور اماموں میں ہوتا ہے اور ان کی کتاب: سنن نسائی کتب ستہ میں شامل ہے۔ امام نسائی کے بارے میں عوام وخواص میں یہ قصہ مشہور ہے کہ انھیں شام کے ناصبیوں نے بہت مارا تھا اور وہ اسی مار کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے۔

اس قصے کی روایات کا مختصر اور جامع جائزہ درج ذیل ہے:

۱) حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

"فحدثني محمد بن إسحاق الأصبهاني قال :سمعت مشايخنا بمصر يذكرون أن أبا عبد الرحمٰن فارق مصر في آخر عمره و خرج إلٰى دمشق فسئل بها عن معاوية بن أبي سفيان و ما روي في فضائله فقال: لا يرضى معاوية رأسًا برأس حتى يفضل ؟! قال: فمازالوا يدفعون في حضنيه حتى أخرج من المسجد ثم حمل إلٰى مكة و مات بها سنة ثلاث و ثلاثمائة وهو مدفون بمكة."

پس مجھ سے محمد بن اسحاق (بن محمد بن یحییٰ بن مندہ) الاصبہانی نے بیان کیا: میں نے مصر میں اپنے استادوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابوعبدالرحمٰن (النسائی) نے آخری عمر میں مصر کو الوداع کہا اور دمشق کی طرف چلے گئے تو وہاں اُن سے معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں پوچھا گیا اور ان کے فضائل کی روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے؟ چہ جائے کہ انھیں فضیلت دی جائے؟! کہا: لوگ انھیں سینے (یا خصیوں) پر مارتے رہے حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکال دیئے گئے پھر انھیں اٹھا کر مکہ لے جایا گیا اور وہ وہیں ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے اور مکہ

میں دفن ہوئے۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۸۳ ح ۱۸۲، وعنہ ابن نقطۃ فی التقیید ۱/۱۵۴)

اس روایت کی سند میں ''مشائخنا'' سارے مشائخ مجہول ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور اس پر حافظ ابن عساکر کا حاشیہ (تہذیب الکمال ۱/ ۴۵) بے فائدہ ہے۔ اس روایت کو حافظ ذہبی نے بغیر کسی سند کے ابن مندہ عن حمزہ العقبی المصری وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۲)

یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲) کہا جاتا ہے کہ حاکم نے امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ سے نقل کیا:

'' كان أبو عبد الرحمٰن أفقه مشايخ مصر في عصره و أعرفهم بالصحيح والسقيم من الآثار و أعلمهم بالرجال فلما بلغ هذا المبلغ حسدوه فخرج إلى الرملة فسئل عن فضائل معاوية فأمسك عنه فضربوه فى الجامع فقال: أخرجوني إلٰى مكة فأخرجوه إلٰى مكة وهو عليل و توفي بها مقتولاً شهيدًا''

ابوعبدالرحمٰن النسائی اپنے دور کے اساتذۂ مصر میں سب سے بڑے فقیہ، صحیح اور ضعیف روایات کو سب سے زیادہ جاننے والے اور اسماء الرجال کے سب سے بڑے ماہر تھے، پھر جب وہ اس مقام پر پہنچے تو لوگوں نے ان سے حسد کیا، پھر وہ رملہ تشریف لے گئے تو ان سے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ چپ رہے پھر لوگوں نے انھیں جامع مسجد میں مارا تو آپ نے فرمایا: مجھے مکہ لے جاؤ۔ پھر وہ آپ کو مکہ لے گئے اور آپ بیمار تھے اور مکہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

(تہذیب الکمال للمزی ۱/ ۴۵ واختصرہ الذہبی فی سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۳)

اگر یہ روایت حاکم یا امام دارقطنی سے باسند صحیح ثابت ہو جائے تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ۳۰۶ھ یا ۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اور امام نسائی ۳۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے لہٰذا یہ روایت منقطع و مردود ہے۔

یہ وہ روایات ہیں جنھیں بعض علماء اور واعظین مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں،

مثلاً شاہ عبدالعزیز دہلوی نے امام نسائی کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مناقب مرتضوی (کتاب الخصائص) کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انھوں نے چاہا کہ اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنائیں تا کہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے عوام میں ناصبیت کی طرف جو رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح ہو جائے، ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا: امیر المومنین معاویہؓ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائی نے جواب دیا کہ معاویہؓ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر برابر چھوٹ جائیں، ان کے مناقب کہاں ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھے ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطنَه' کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کیا۔ ان کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے خادم انھیں اٹھا کر گھر لے آئے۔ پھر فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظّمہ پہنچا دو تا کہ میرا انتقال مکہ یا اس کے راستے میں ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظّمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا و مروہ کے درمیان دفن کئے گئے۔ بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں رملہ (فلسطین) میں انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظّمہ پہنچائی گئی۔ واللہ اعلم'' (بستان المحدثین ص ۲٦۷۔۲٦۸)

یہ سارا بیان زیبِ داستان ہے اور باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام نسائی کی وفات کہاں ہوئی تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام نسائی کے شاگرد ابن یونس المصری (مورخ) نے لکھا ہے:

''وكان خروجه من مصر في ذى القعدة سنة اثنتين و ثلاثمائة و توفي بفلسطين يوم الاثنين لثلاث عشرة خلت من صفر سنة ثلاث و ثلاثمائة.''

آپ ذوالقعدہ ۳۰۲ھ کو مصر سے روانہ ہوئے اور ۱۳/ صفر ۳۰۳ھ بروز سوموار فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۱۳۳، المستفاد من ذیل تاریخ بغداد ۱۹/ ۴۹، تاریخ ابن یونس المصری ۲/ ۲۴ ت ۵۵)

حافظ ذہبی نے اس قول کو "أصح" قرار دیا ہے۔ (النبلاء ۱۴/۱۳۳)

سوال یہ ہے کہ امام نسائی کے شاگرد اور مورخِ تاریخ مصر نے اتنے اہم واقعے کا ذکر کیوں نہیں کیا (بشرطیکہ) اگر ایسا کوئی واقعہ رونما ہوا تھا؟!

حافظ ذہبی نے بغیر کسی سند کے وزیر ابن حنزابہ (جعفر بن الفضل) سے نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن موسیٰ (بن یعقوب بن مامون) المامونی (الہاشمی، وثقہ الذہبی فی تاریخ الاسلام) صاحب النسائی سے سنا: ابوعبدالرحمٰن النسائی نے علی رضی اللہ عنہ کے خصائص (مناقب) پر جو کتاب لکھی، میں نے کچھ لوگوں کو اس کا انکار کرتے ہوئے سنا اور فضائلِ شیخین پر کتاب نہ لکھنے کا انکار کرتے ہوئے سنا تو میں نے اس بات کا ان (نسائی) سے ذکر کیا۔ پھر انھوں نے فرمایا: میں دمشق میں داخل ہوا، اور وہاں علی (رضی اللہ عنہ) کے مخالفین بہت زیادہ تھے تو میں نے کتاب الخصائص لکھی، مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کتاب کے ذریعے سے ہدایت دے گا۔ پھر اس کے بعد انھوں نے صحابہ کے فضائل پر کتاب لکھی تو میرے سامنے انھیں کہا گیا: آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل نہیں لکھتے؟ تو انھوں نے کہا: ان کے لئے میں کیا لکھوں؟ کیا وہ حدیث جس میں آیا ہے: "**اللھم! لا تشبع بطنه**" اے اللہ! اس کے پیٹ کو سیر نہ کرنا؟ تو وہ سائل خاموش ہو گیا۔ (النبلاء ۱۴/۱۲۹)

یہ قصہ بھی بے سند ہے اور اگر کہیں ثابت بھی ہو جائے تو کسی قسم کی مار کٹائی کا اس قصے میں نام و نشان تک نہیں۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ان قصوں میں صحیح یا حسن سند کا ہونا ضروری نہیں تو عرض ہے کہ یہ اصول غلط ہے اور اس کے مختصر رد کے لئے دیکھئے میرا مضمون: امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام نسائی کے بارے میں بستان المحدثین وغیرہ کا قصہ اصولِ محدثین کی رُو سے باسندِ صحیح ہرگز ثابت نہیں اور نہ امام نسائی کا شیعہ ہونا کہیں ثابت ہے، بلکہ وہ اہلِ سنت کے جلیل القدر اماموں میں سے تھے۔ رحمہ اللہ

(۲۳/ جنوری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

الیاس گھمن دیوبندی کا سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان

محمد الیاس گھمن دیوبندی حیاتی نے سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں فتاویٰ نذیریہ کے حوالے سے لکھا ہے:

آلہ تناسل کو ہاتھ لگوانا جائز

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

"ہر شخص اپنی بہن، بیٹی اور بہو سے اپنی رانوں کی مالش کروا سکتا ہے، اور بوقت ضرورت اپنے آلہ تناسل کو بھی ہاتھ لگوا سکتا ہے۔"

فتاوی نذیریہ ج3 ص176

(جی ہاں! فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے ص273)

اب فتاویٰ نذیریہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

سوال:۔ زید جو سن رسیدہ ہو کر مسلوب القوی الشہوانیہ ہو گیا ہے، اب وہ اپنی محرمات بیٹی و بہو وغیرہ سے بیٹھ و ران پر مالش کرا سکتا ہے، یا نہ؟

سوال دوم:۔ زید مذکور بالا سے غیر محرم عورتیں بغرض تعلیم احکام اسلام سامنے ہو سکتی ہیں یا نہ، و علیٰ ہذا غیر محرم عورتوں سے رقیہ وغیرہ کر سکتا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ماسوائے عورت کے باقی بدن پر اپنی محرمات سے مالش کرانا جائز ہے بوڑھے کو بھی اور جوان کو بھی، اور عورت پر مالش کرانا نہ بڈھے کو جائز ہے اور نہ جوان کو، اور عورت کہتے ہیں بدن کے اس حصہ کو جس کا چھپانا ضروری ہے، خلاصہ یہ کہ اس بارے میں سن رسیدہ مسلوب القوی اور جوان دونوں کا ایک حکم ہے، تفسیر فتح البیان تحت آیت غیر اولی الاربۃ کے مرقوم ہے۔ الا کثرون علی ان الشیخ الکبیر کالفحل وقال فی موضع آخر منہ واختلف فی عورۃ الشیخ الذی قد سقطت شھوتہ والاولی بقاء الحرمۃ اھ ہاں ضرورت شدیدہ کے وقت محرمات کو عورت کی طرف نظر کرنا، اور اس کا مس کرنا جائز ہے، جیسا کہ طبیب کو جائز ہے۔ لان الضرورات تبیح المحظورات۔

جواب سوال دوم تعلیم احکام اسلام بغیر سامنے ہوئے کے بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا زید کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتوں کو پردہ سے تعلیم دے، اور ان کو اپنے سامنے نہ کرے اور اسی طرح

لہ اکثر علما کا یہی مذہب ہے، کہ بوڑھا کھوسٹ اس معاملہ میں جوان کی طرح ہے، اور بڈھے کی عورت کے متعلق اختلاف ہے جس کی شہوت ختم ہو چکی ہو اور صحیح یہ ہے، کہ اس کی حرمت قائم ہے

سے ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں ۱۲

فتاویٰ نذیریہ جلد سوم   ۱۷۷   کتاب الحظر والاباحۃ

اس کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتوں سے رتبہ بھی پردہ کرے۔

حررہ محمد عبد الحق ملتانی ۲۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۱۰ھ

سید محمد نذیر حسین

(ج ۳ ص ۱۷۶۔۱۷۷)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ سید نذیر حسین رحمہ اللہ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی کہ ''**ہر شخص اپنی بہن، بیٹی اور بہو سے اپنی رانوں کی مالش کروا سکتا ہے، اور بوقت ضرورت اپنے آلہ تناسل کو بھی ہاتھ لگوا سکتا ہے۔**''

لہٰذا الیاس گھمن نے بہت بڑا جھوٹ لکھا ہے اور سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خلاف بہت بڑا بہتان تراشا ہے، جس کا حساب اسے قیامت کے دن دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

(۱۲/ فروری ۲۰۱۳ء)

الیاس گھمن کے اکاذیب کے بارے میں سابقہ مضامین

۱: الیاس گھمن دیوبندی کا امام ابو حنیفہ پر بہت بڑا بہتان

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹۴)

۲: الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس جھوٹ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۵۹)

۳: الیاس گھمن اور ترویجِ اکاذیب (دیکھئے الحدیث حضرو: ۶۷)

ہمارے علم کے مطابق ان مضامین کا مکمل جواب ابھی تک کہیں سے نہیں آیا۔

آلِ دیوبند کے اکاذیب کے لئے دیکھئے کتاب: آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ

حافظ زبیر علی زئی

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث صحیح ہے

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے فرمایا: " **أخبرنا ابن الحصين قال: أنبأنا ابن المذهب قال: أنبأنا أحمد بن جعفر قال: حدثنا عبد الله بن أحمد قال: حدثني أبي قال: حدثنا يحيى بن سعيد قال: حدثنا سفيان قال: حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ يضع هذه علٰى هذه علٰى صدره. ووصف يحيى اليمنٰى على اليسرى فوق المفصل.** "

ہُلب (الطائی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ یہ (دایاں ہاتھ) اس (بائیں ہاتھ) پر سینے پر رکھتے تھے۔

اور یحییٰ (القطان) نے دائیں (ہاتھ) کو بائیں (ہاتھ) پر جوڑ پر رکھ کر بتایا یا دکھایا۔

(التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۸۳ ح ۴۷۷، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۳۸ ح ۴۳۴)

اس حدیث میں **هذه علٰى هذه** یعنی دو دفعہ **هذه** آیا ہے جو کہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخوں میں دو دفعہ چھپنے سے رہ گیا ہے، لیکن حافظ ابن الجوزی کی امام احمد تک سند بالکل صحیح ہے جیسا کہ راویوں کی درج ذیل تحقیق سے صاف ظاہر ہے:

۱: ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد بن احمد بن الحصین الشیبانی ثقہ صحیح السماع ہیں۔

(دیکھئے المنتظم لابن الجوزی ۱۷/ ۲۶۸، اور میری کتاب: تحقیقی مقالات ۱/ ۳۹۷۔۳۹۸)

۲: ابن المذہب جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور مسند احمد کے بنیادی راویوں میں سے ہیں۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۳۹۶۔۳۹۷، تاریخ بغداد ۱۴۱/۷/ ۳۶، میزان الاعتدال ۱/ ۵۱۱)

۳: احمد بن جعفر القطیعی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور مسند احمد کے بنیادی راویوں میں سے ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/۳۹۳۔۳۹۶)

ابن المذہب نے اُن کے اختلاط سے پہلے اُن سے سنا تھا۔ (لسان المیزان ۱/ ۱۴۵۔۱۴۶)

لہٰذا یہاں اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔

۴: عبداللہ بن احمد بن حنبل بالا جماع ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/۳۹۲۔۳۹۳)

۵: امام احمد بن حنبل بالا جماع ثقہ ہیں۔

۶: امام یحییٰ بن سعید القطان بالا جماع ثقہ ہیں۔

۷: امام سفیان ثوری بالا جماع ثقہ ہیں اور آپ مدلس بھی تھے لیکن اس روایت میں آپ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض مردود ہے۔

۸: سماک بن حرب صحیح مسلم کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ (دیکھئے میرا مضمون: نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب، اور میری کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۹۔۴۹)

سماک کے شاگرد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**ما یسقط لسماك بن حرب حدیث**''، سماک کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوتی۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۲۱۵ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ امام سفیان ثوری کا سماک سے سماع سماک کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۴۷)

۹: قبیصہ بن ہلب الطائی رحمہ اللہ

قبیصہ کو درج ذیل علمائے محدثین نے صراحتاً یا تصحیحِ حدیث کے ذریعے سے ثقہ و صدوق قرار دیا۔

(۱) عجلی (قال: تابعي ثقة/ تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان (ذکرہ فی الثقات ۵/ ۳۱۹)

(۳) ترمذی (حسن حدیثہ: ۲۵۲، ۳۰۱، ۱۵۶۵)

(۴) بغوی (شرح السنۃ ۳/ ۳۱ ح ۵۷۰ وقال فی حدیثہ: ھذا حدیث حسن)

(۵) ابن عبدالبر (الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ۲/ ۳۲۹ وقال فی حدیثہ: وھو حدیث صحیح)

جمہور کی توثیق کے مقابلے میں امام ابن المدینی اور امام نسائی کا قبیصہ بن ہلب کو مجہول کہنا صحیح نہیں، بلکہ یہاں جمہور کی ترجیح کی وجہ سے توثیق ہی مقدم ہے۔

۱۰: ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث اصولِ حدیث اور اصولِ محدثین کی رُو سے بالکل حسن لذاتہ یا صحیح یعنی حجت ہے۔

ایک غالی دیوبندی محمد انور اوکاڑوی نے اس حدیث پاک پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) انور اوکاڑوی نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو ''غیر مقلد'' کے غلط لقب سے ملقب کر کے لکھا ہے: '' قارئین کرام! معلوم ہوا کہ جن احادیث کو غیر مقلد صحیح کہتے ہیں وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے نہیں کہتے بلکہ امتیوں کے فیصلے سے کہتے ہیں۔ جب درمیان میں امتیوں کا فیصلہ آ گیا تو یہ فیصلہ نبوی نہ رہا اس لئے اس کو نماز نبوی کے نام سے شائع کرنا درست نہیں۔'' (ماہنامہ الخیر ملتان جلد ۳۱ شمارہ ۴ مارچ ۲۰۱۳ء ص ۲۵)

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں۔ مثلاً:

اول: آیت مبارکہ ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ اور جن گواہوں سے تم راضی ہو۔ (البقرۃ:۲۸۲)

اور حدیث ((اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.)) مومنین زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔ (صحیح بخاری:۲۶۴۲)

وغیرہما دلائل کی رُو سے اہل حدیث اس کے پابند ہیں کہ سچے گواہوں کی گواہیاں قبول کریں اور خیر القرون کے زمانے سے لے کر آج تک محدثین و متبعینِ حدیث کا اسی منہج پر عمل جاری و ساری ہے۔

دوم: قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۹۱) اور اجماع سے ثابت ہے کہ جس حدیث میں درج ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں، وہ صحیح ہوتی

ہے: (۱) سند متصل ہو (۲) ہر راوی عادل ہو (۳) ہر راوی ضابط ہو
(۴) شاذ نہ ہو (۵) معلول نہ ہو۔

ہماری پیش کردہ حدیث میں یہ پانچوں شرطیں موجود ہیں، لہٰذا یہ صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔

سوم: انوار اوکاڑوی اور آلِ دیوبند بہت سی احادیث پر جرح کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً
(۱) سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث (۲) فاتحہ خلف الامام والی حدیث
(۳) وفات تک رفع یدین والی روایت اور اس طرح کی دوسری روایات...

کیا یہ احادیث و روایات اللہ اور رسول نے ضعیف قرار دی تھیں یا حنفیہ کے امام ابو حنیفہ نے انھیں ضعیف و مردود قرار دیا تھا؟ **لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ؟**

اگر دیوبندیہ کے نزدیک ہر حدیث کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اللہ یا رسول نے صحیح یا ضعیف قرار دیا ہو تو وہ اپنی تحریروں، تقریروں اور مناظرات میں اس اصول پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ اس دوغلی پالیسی کا آخر جواب کیا ہے؟

اگر انوار اوکاڑوی کی طرف سے یہ کہہ دیا جائے کہ اہلِ حدیث تو صرف دو دلیلیں مانتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولو اور اللہ سے ڈرو!

کیا تم لوگوں نے مناظرِ اہلِ حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا درج ذیل اعلان نہیں پڑھا؟:

''اہلحدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں:
(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس مجتہد'' (اہلحدیث کا مذہب ص ۵۸)

اگر یہ بیان پڑھا ہے تو تمھارا اعتراض باطل ہوا اور اگر نہیں پڑھا تو اپنی آنکھوں کا علاج کروالو۔!

چہارم: کیا اُمتِ مسلمہ میں کوئی ایسا مستند امام یا عالم گزرا ہے جس نے یہ لکھا یا کہا ہے کہ حدیث صرف وہی صحیح ہوگی جسے اللہ اور اس کے رسول نے صحیح قرار دیا ہو؟ حوالہ پیش کریں!

پنجم: فرقۂ دیوبندیہ کے بہت سے مصنفین نے نماز کے موضوع پر اسی مفہوم کی کتابیں

لکھی ہیں۔ مثلاً:

۱: نمازِ پیغمبر ﷺ (محمد الیاس فیصل)

۲: رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز (جمیل احمد نذیری)

۳: دَ پیغمبر خدا ﷺ مونځ (محمد ولی درویش) بزبان پشتو

۴: نبوی نماز مدلل (علی محمد حقانی) بزبان سندھی

۵: اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ (نور احمد یزدانی)

کیا ان کتابوں کی تمام روایات کو اللہ یا رسول نے صحیح قرار دیا ہے؟

نیز امداد اللہ انور دیوبندی نے ''مستند نماز حنفی'' لکھی ہے۔ کیا اس کتاب کی تمام روایات کو حنفیہ کے امام ابوحنیفہ نے صحیح قرار دیا ہے؟ جب یہ لوگ اپنے باطل اصولوں پر خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو ان اصولوں کا پابند کیوں بناتے ہیں؟

۲) انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''مگر نہ ترمذی میں سینے کے الفاظ ہیں اور نہ شرح السنۃ للبغوی میں یہ الفاظ ہیں بلکہ صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے'' (ماہنامہ الخیر حوالہ مذکورہ ص ۲۶)

نیز انور نے مزید لکھا ہے: ''اور پھر حاشیہ میں اس کی تفصیل بھی ذکر کی تھی کہ سماک کے شاگردوں میں صرف سفیان سینے کے لفظ کو ذکر کرتے ہیں سماک کے شاگرد ابوالاحوص اور شریک اس زیادتی کو نقل نہیں کرتے اور پھر سفیان کے شاگردوں میں سے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی ان الفاظ کو ذکر نہیں کرتے صرف یحییٰ ان الفاظ کو نقل کرتے ہیں...'' (حوالہ مذکورہ ص ۲۷)

جب کتاب التحقیق لابن الجوزی میں یہ الفاظ موجود ہیں اور کسی صحیح یا حسن روایت کے خلاف بھی نہیں لہٰذا اگر دوسری ایک ہزار کتابوں میں یہ الفاظ موجود نہ ہوں تو بھی کوئی پروا نہیں بلکہ زیادۃ الثقۃ مقبولۃ کے اصول کی رُو سے یہ الفاظ صحیح ہیں۔ والحمد للہ

یاد رہے کہ یحییٰ بن سعید القطان مشہور ثقہ امام ہیں۔

۳) انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''پھر مسند احمد کی روایت کے پورے الفاظ بھی تحریر نہیں کئے۔ کیونکہ آگے سفیان کے شاگرد یحییٰ بن سعید کی تشریح تھی جس کے الفاظ یہ ہیں و وصف یحیٰ الیمنی علی الیسری فوق المفصل یعنی ھذہ علی صدرہٖ کی تشریح کرتے ہوئے یحیٰ نے کہا کہ دایاں ہاتھ بائیں پر گُٹ کے اوپر رکھنا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ ہٰذہ علی ہٰذہ تھے کسی کاتب کی غلطی سے ہٰذہ علی صدرہٖ بن گئے۔ اس غلطی کو لے کر... نے متواتر عمل کے خلاف شور مچا دیا کیونکہ اگر صدرہ کے الفاظ ہوتے تو یحیٰ سینے پر ہاتھ رکھ کر تشریح کرتے نہ کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر تشریح کرتے۔'' (الخیر حوالہ مذکورہ ص ۲۷۔۲۸)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ حافظ الجوزی کی روایت میں صاف طور پر ''ھذہ علٰی ھذہ علٰی صدرہ'' کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں، نیز ابن عبدالہادی نے اپنی مشہور کتاب التنقیح میں ان الفاظ کو بالکل اسی طرح ہی نقل کیا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۸۴)

لہٰذا کسی کاتب کی غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسند احمد کے تمام مطبوعہ ومخطوطہ نسخوں میں ''علٰی صدرہ'' کے الفاظ صاف لکھے ہوئے ہیں۔ (نیز دیکھئے فتح الباری ۲/۲۲۴ تحت ح ۷۴۰ باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ)

انوار اوکاڑوی کو شرم کرنی چاہیے کہ وہ اور ان کی پارٹی والے لوگ چودھویں صدی کے ضعیف ومتروک کاتبین کی لکھی ہوئی مسند الحمیدی کی واضح غلطی سے علانیہ استدلال کرتے ہیں اور قدیم مخطوطوں مثلاً مخطوطہ ظاہریہ کو پس پشت پھینک دیتے ہیں اور خود مسند احمد کی متفق فی النسخ کلھا والی حدیث کو کاتب کی غلطی قرار دے رہے ہیں؟!

دوغلی پالیسیوں اور بے انصافی کی یہ بہت بڑی مثال ہے، جس میں انوار اوکاڑوی اور آلِ دیوبند سرتا پا غرق ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ابن الجوزی والی حدیث بذاتِ خود حسن لذاتہ یا (شواہد کے ساتھ) صحیح ہے، نیز اس کے مرسل اور مدلس شواہد بھی ہیں لہٰذا اوکاڑوی اعتراضات مردود و باطل ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۷/فروری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

رب نواز دیوبندی کا ''علمی'' مقام!!

رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ''آل غیر مقلدیت کی عربی دانی
اب ذرا آل غیر مقلدیت کی عربی دانی ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے زبیر علی زئی صاحب کو میدان میں لاتے ہیں۔
آنجناب لکھتے ہیں: ''المنسوب الی الامام ابو حنیفة'' (**علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۹۰**)
حالانکہ صحیح ''ابی حنیفہ'' ہے جیسا کہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔''

(مجلّہ صفدر شمارہ ۲۶ ص ۲۸، اپریل ۲۰۱۳ء)

عرض ہے کہ یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے اور اس کی اصلاح آج سے تقریباً نو سال پہلے اگست ۲۰۰۴ء میں کردی گئی ہے، جیسا کہ ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ نمبر ۳) میں صاف لکھا ہوا ہے: ''المنسوب إلی الامام ابی حنیفہ'' (ص ۴۱)
کمپوزنگ کی اس غلطی کی اصلاح کورل ڈرا والی فائل میں کی گئی اور ان پیج والی فائل میں یہ غلطی رہ گئی، بعد میں ان پیج والی فائل کو کاپی کر کے مقالات کی پہلی جلد میں شائع کر دیا گیا۔
کمپوزنگ کی اس غلطی، جس کی اصلاح کئی سال پہلے کر دی گئی تھی، اسے بنیاد بنا کر رب نواز دیوبندی کا ''عربی دانی'' کی سرخی جما کر مذاق اڑانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اسی ایک حوالے سے آپ رب نوازی اعتراضات و تحریرات کا ''علمی مقام'' اور حیثیت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ آلِ دیوبند کے پاس آخر ہے کیا؟ جھوٹی باتیں، اکاذیب، افتراءات، مغالطات اور وحید الزمان حیدر آبادی (متروک) عنایت اللہ گجراتی (ضال مضل، منکر حدیث، جو کہ اہل حدیث بالکل نہیں تھا) اور فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہم کے متروک و شاذ حوالے!
بس ایسی حرکتوں اور چالوں کے ذریعے سے آلِ دیوبند اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانا چاہتے ہیں۔ **واللہ من ورائهم محیط** (۲۶/ مارچ ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

نماز میں سینے پر ہاتھ اور گھمن کے شبہات کا جواب

محمد الیاس گھمن دیوبندی نے اپنی نماز کی کتاب (ص۵۲ تا ۵۳) میں ''ناف کے نیچے ہاتھ'' باندھنے کی دلیل کے طور پر تین روایتیں پیش کی ہیں:

۱: عن وائل بن حجر رضي الله عنه (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر قدیم و مطبوعہ نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود نہیں، لہٰذا یہ استدلال غلط ہے۔

۲: عن علي رضي الله عنه (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ اور المختارۃ)

اس کی سند میں عبدالرحمٰن اسحاق الکوفی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

۳: عن أنس رضي الله عنه (بحوالہ الجوہر النقی)

اس کی سند میں سعید بن زربی جمہور محدثین کے ضعیف و مجروح ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں درج ذیل احادیث ثابت ہیں:

۱: صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا: آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (ح ۷۴۰)

اور ذراع سے مراد کہنی کے سر سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ ہے۔

اگر پوری ذراع پر ہاتھ رکھا جائے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں۔

۲: سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا یہ (دایاں ہاتھ) اس (بائیں ہاتھ) پر سینے پر رکھتے تھے۔ (التحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳ ح ۴۷۷ وسندہ حسن)

ان دو صحیح دلائل کے مقابلے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، لہٰذا مردوں اور عورتوں کو نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (طبعہ ثالثہ)